بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۶۴ | شمارہ نمبر ۲

فروری ۲۰۲۰ء

February 2020

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان : ۳۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۴۰/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۳۰/روپے

لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰/روپے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط و کتابت کا پتہ

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ماہنامہ رضوان
۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں ..... امۃ اللہ تسنیم 6
- نفرت کا علاج ..... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 8
- ہجومی تشدد اور ہماری خودکشی ..... پروفیسر محسن عثمانی ندوی 12
- کسب حلال کی اہمیت اور ضرورت ..... مولانا مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی 15
- قرآنی خواتین ..... محمد فرمان ندوی 18
- بیٹیوں اور بیٹوں کے نام! ..... سید علی گیلانی 20
- افواہ پھیلانے کی مذمت ..... ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی 24
- ہندوستان کی تعمیر میں دارالعلوم دیوبند کا کردار ..... خورشید عالم داؤد قاسمی 28
- حج عبادت ہے اور فضیلت بھی ..... حافظ ساجد انور 30
- ماں کا دودھ اور نومولود کی صحت ..... محترمہ ریحانہ سعید 32
- سوال و جواب ..... مفتی راشد حسین ندوی 34
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ 35
- آخری صفحہ ..... مولانا قمر الزماں ندوی 42-40

اپنی بہنوں سے

مدیر

آج کل ملک میں جو حالات پیدا ہو گئے ہیں وہ بہت تشویشناک اور امن وامان کی لیے بہتر نہیں ہیں۔ ہر شخص پریشان ہے اور پورے ملک میں انتشار اور بدامنی کی فضا ہے حکومت ہند کی طرف سے جو قوانین زبردستی نافذ کئے جارہے ہیں ان سے ملک کا بھلا ہونے کے بجائے ملک کا نصان ہی ہورہا ہے اگر ملک میں امن وامان نہیں رہے گا۔ تو نہ معاشی ترقی ہوگی اور نہ طلباء تعلیمی ترقی ہی کرسکیں گے اور نہ پڑھ لکھ کر اس قابل ہوسکیں گے کہ ملک کی خدمت کرسکیں اور اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کرسکیں۔

جو قوانین بنتے ہیں ان کا مقصد ملک وقوم کی ترقی ہوتا ہے نہ کہ ملک وقوم کی بربادی، آپسی انتشار سے قوم کا نقصان ہی ہوتا ہے۔

ملک میں نئے بننے والے قوانین جو ملک کی شہریت ثابت کرنے کا حکم دے رہے ہیں عجیب وغریب ہیں ایک سو بیس کروڑ آبادی والے ملک میں ہر شہری اپنی شہریت ثابت کرنے میں لگ جائے گا تعلیم روزگار سب بند کرکے سب لوگ لائن میں لگ جائیں گے، گھروں میں تالے لگ جائیں گے۔ کیونکہ اگر ملک میں رہنا ہے تو اپنی شہریت ثابت کرنا ضروری ہے اگر شہریت ثابت نہ کرسکے تو نہ جائداد بچے گی نہ گھر نہ دوکان اور نہ ملازمت بچے گی۔

ملک میں ایسا دور آ گیا ہے کبھی تاریخ میں ایسا دور نہیں آیا۔

اگر اس وقت ملک کے شہری نہ جاگے تو آئندہ جاگنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جائے گی۔

امۃ اللہ تسنیم

مسلمانوں کو ناحق گالی دینے کی حرمت

تہمت کا وبال: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کو فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے۔ اس لئے کہ جس شخص کو تہمت لگائی ہے، اگر وہ کافر و فاسق نہیں ہے تو یہ بات تہمت لگانے والے ہی پر پلٹ آئے گی۔ (بخاری)

ابتدا کرنے والا ذمہ دار ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو جب تک مظلوم کی گالی نہ بڑھ جائے اس وقت تک دونوں کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے۔ (بخاری)

بددعا کی ممانعت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔ پھر تو کوئی ہاتھ سے مارنے لگا، کوئی جوتوں سے، کوئی کپڑوں سے، جب وہ لوٹ کر چلا تو کسی نے کہا اللہ تجھ کو رسوا کرے، آپ نے فرمایا شیطان کی مدد مت کرو۔ (مطلب یہ کہ اس طرح کی دعا سے شیطان کی مدد ہوتی ہے اس لئے کہ اگر اللہ اس کو ذلیل کرے گا تو شیطان خوش ہوگا اور اس کی مدد ہوگی)۔ (بخاری)

تہمت کی سزا قیامت میں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو اپنے لونڈی یا غلام پر بدکاری کی تہمت لگائے گا تو قیامت میں اس پر حد قائم کی جائے گی، سوائے اس کے کہ جیسا اس نے کہا ہے ویسا ہی ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

مردوں کو ناحق برا کہنے کی حرمت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو گالی نہ دو۔ اس لئے کہ وہ جو کچھ نیک یا بدعمل کر چکے ہیں اس کو پہنچ چکے یعنی اس کی سزا یا جزا مل چکی۔ (بخاری)

مسلمانوں کی تعریف: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے کہ اس کام کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کیلئے: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آگ سے بچنا چاہے اور جنت کا خواہش مند ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (مسلم)

تین دن سے زیادہ مقاطعہ جائز نہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں بغض وعداوت نہ رکھو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کا مقاطعہ نہ کرو۔ آپس میں قطع رحمی نہ کرو، ایک کے سودے پر دوسرا سودا نہ کرے، اور آپس میں اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان پر جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے۔ (بخاری۔ مسلم)

دشمنی رکھنے والوں کی محرومی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوشنبہ اور

جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کی مغفرت فرماتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، لیکن ان دو آدمیوں کے بارے میں جن کی آپس میں رنجش ہو فرشتوں سے فرماتا ہے ان کو اس وقت تک مہلت دو کہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ دوشنبہ اور جمعرات کے دن ہر ایک کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

تجسس کرنے کی حرمت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدگمانی سے بچو۔ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کی بات کان لگا کر مت سنو، کسی کے عیب کی جستجو نہ کرو، آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں بغض و عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے سے مقاطعہ نہ کرو، اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ ان پر ظلم کرے نہ ان کو بے یار و مددگار چھوڑے، نہ ان کو حقیر سمجھے، پھر آپ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے کہ پرہیز گاری اس جگہ ہے۔ پرہیز گاری اس جگہ ہے (یعنی پرہیز گاری کا تعلق دل سے ہے بناوٹ اور تصنع سے نہیں) اور آدمی کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر مسلمان کا خون، اس کی آبرو، اس کا مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے اعمال کو (یعنی اعمال کی ظاہری شکلوں کو۔ یہ مطلب نہیں کہ اعمال غیر ضروری ہیں صرف دل کی پاکی کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دل میں اخلاص و تقویٰ نہیں تو ظاہری اعمال سے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا) بس اس کی نظر تو تمہارے دلوں پر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے سے جدائی نہ کرو۔ آپس میں کینہ و عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو، ایک دوسرے کی بات کان لگا کر نہ سنو، دام دے کر قیمت نہ بڑھاؤ، (یعنی کوئی سودا کر رہا ہو، ایک دوسرا آدمی اس کے دام لگانے لگے تاکہ خریدار اس کے اصلی دام سمجھ کر پھنس جائے) اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپس میں قطع رحمی نہ کرو، آپس میں غصہ نہ کرو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں مقاطعہ نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپس میں جدائی نہ اختیار کرو اور اپنا سودا دوسرے کے بیچنے کے وقت آگے نہ کرو۔ (مسلم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تم اگر مسلمانوں کے بھیدوں کی ٹوہ لگاؤ گے تو یا تو ان کو برا کردو گے یا برائی کے قریب کردو گے (مسلمانوں کو نفاق یا جھوٹ بولنے یا رازداری کے ساتھ کام کرنے کی عادت پڑ جائے گی اور دوسرے سیرت اور اخلاق بگڑ جائیں گے) (ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس (ابن مسعود) ایک آدمی کو لایا گیا اور اُن کو بتایا گیا کہ شراب اس کی داڑھی سے ٹپک رہی ہے۔ انہوں نے کہا ہم کو عیب جوئی سے منع کیا گیا ہے لیکن جب عیب خود ہی ظاہر ہو جائے تو ہم اس کی سزا دیں گے۔ (ابوداؤد)

مسلمانوں کی حقارت کرنے کی حرمت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کی فطرت ہے کہ وہ اچھے کپڑوں کو پسند کرتا ہے اچھے جوتوں کی خواہش ہوتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، کبر تو یہ ہے کہ آدمی حق بات نہ مانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

نفرت کا علاج

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اُنس اور محبت کا جذبہ ودیعت فرمایا ہے، وہ محبت کرتا بھی ہے اور محبت چاہتا بھی ہے، اگر تعصب اور عناد کا نشہ اس پر چڑھا ہوا نہ ہو تو فطرت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ محبت سے پیش آئے، اس میں خاندان، زبان، علاقہ اور مذہب رکاوٹ نہیں بنتی، اگر سڑک پر کوئی حادثہ پیش آجائے اور کوئی زخمی تڑپ رہا ہو تو ہر شخص مدد کے لئے اس کی طرف بڑھتا ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، گورا ہو یا کالا، مرد ہو یا عورت، کسی زبان کا بولنے والا یا کسی مقام کا رہنے والا ہو، اگر کسی گھر میں آگ لگ جائے تو ہر شخص آگ بجھانے کو دوڑتا ہے، اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس میں شامل ہوتا ہے، یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ یہ مکان کس کا ہے، اور اس کا تعلق کس گروہ سے ہے؟ یہی اصل انسانی فطرت ہے، اگر انسان اس جذبہ سے محروم ہو جائے تو پھر انسانی سماج اور اس جنگل کے درمیان کچھ فرق باقی نہیں رہے گا، جس میں درندے رہتے ہیں۔

جیسے انسان خود محبت کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے لئے بھی محبت کا بھوکا ہوتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ماں باپ، بال بچے، شوہر اور بیوی، خاندان کے لوگ یہاں تک کہ سماج کے تمام لوگ اسے محبت کی نظر سے دیکھیں، بعض دفعہ انسان کا دل پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے، لیکن محبت کی آنچ اسے بھی موم بنا دیتی ہے، طاقت اور زور زبردستی کے ذریعہ جو بات نہیں منوائی جاسکتی تھی، محبت کے دو بول اور خوش اخلاقی کے اظہار کے ذریعہ وہ بات منوالی جاتی ہے، انسان کی یہ فطرت اسی وقت معطل ہوتی ہے، جب تعصب، تنگ نظری، غلط فہمی و بدگمانی اور پروپیگنڈہ انسان کے دل و دماغ کو نفرت کی آماجگاہ بنا دیتا ہے، لیکن عام طور پر انسان کے اندر یہ کیفیت وقتی طور پر پیدا ہوتی ہے، جیسے صابن میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے، اس طرح حسن اخلاق دل کے غبار کو دھو دیتا ہے۔

محبت اور حسن اخلاق تو ہر انسان کے ساتھ ضروری ہے، لیکن اگر کوئی شخص یا گروہ آپ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے تو اس کے ساتھ بہتر رویہ اختیار کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، ہندوستان میں اس وقت برادرانِ وطن کی صورت حال یہی ہے، اس ملک میں صدیوں سے مختلف قومیں آباد رہی ہیں اور انہوں نے شیر و شکر ہو کر اس ملک کی خدمت کی ہے، مختلف مسلمان خاندانوں نے کم و بیش آٹھ سو سال اس ملک پر حکومت کی ہے، ان کی فوج اور رعایا میں ہندو، مسلمان اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے، اگر وہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے ہوتے تو کیسے اتنے وسیع ملک میں یہ حکومتیں قائم رہتیں اور امن و امان کا دور دورہ ہوتا؟ اس لئے سچائی یہی ہے کہ انگریزوں کے تسلط سے پہلے تک یہاں محبت اور بھائی چارہ کی عام فضا تھی، بدقسمتی سے بعض فرقہ پرست گروہوں کو یہ بات پسند نہیں ہے، اس لئے انہوں نے اس ملک کے طول و عرض میں نفرت کا بیج بونا شروع کر دیا ہے اور اب یہ زہریلا پودا دن بدن تناور ہوتا جارہا ہے، بیماری کا علاج عام طور پر اس کی ضد سے ہوتا ہے، گرمی کا اثر دور کرنے کے لئے ٹھنڈی چیز دی جاتی ہے اور ٹھنڈک سے بچاؤ کے لئے گرم چیز استعمال کی جاتی ہے، شوگر کے مریض کو کڑوی غذا دی جاتی ہے، اگر گرمی کے اثر سے بیمار ہونے والے شخص کو مزید گرم چیزیں اور ٹھنڈک کے مریض کو

اور بھی میٹھی چیزیں کھلائی جائیں تو ظاہر ہے کہ اس سے بیماری میں اضافہ تو ہوگا، بیماری دور نہیں ہو سکے گی، اسی طرح اگر نفرت کے ردعمل میں نفرت ہی کا اظہار ہو تو ہر طرف نفرت ہی کے کانٹے اُگ آئیں گے، محبت کے پھول کہیں باقی نہیں رہیں گے، اس لئے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اس نفرت انگیز مہم کا جواب محبت اور اخلاق کے ذریعہ دیں اور اس تدبیر کے ذریعہ ماحول کو بدلنے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں روزمرہ کی چند قابل توجہ اور ضروری باتیں یہ ہیں:

۱- اکثر و بیشتر آپ کے مکان و دوکان کے قریب غیر مسلم پڑوسی ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بہتر سلوک کیجئے، اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر پڑوسیوں کے ساتھ بہتر سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ (النساء:۳۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں اس قدر تلقین کرتے ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہیں ان کو وارث نہ بنادیا جائے۔ (بخاری، باب الوصاۃ بالجار، حدیث نمبر:۶۰۱۴، مسلم، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، حدیث نمبر:۶۶۳) حدیث کے شارحین نے لکھا ہے کہ اس میں مسلمان، غیر مسلم، عبادت گزار، فاسق، اجنبی، ہم وطن، نقصان پہنچانے والا، فائدہ پہنچانے والا، رشتہ دار، غیر رشتہ دار، قریب کے گھر والے اور دور کے گھر والے سب شامل ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی:۶/۶۲) ایک حدیث میں ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں، ایک: ایسا غیر مسلم پڑوسی جس سے رشتہ داری نہ ہو، اس کا ایک حق ہے، دوسرے: مسلمان پڑوسی، اس کے دو حقوق ہیں، تیسرے: مسلمان رشتہ دار پڑوسی، اس کے تین حقوق ہیں۔ (شعب الایمان، اکرام الجار، حدیث نمبر:۹۱۱۳)

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ آپ کی طرف سے مطمئن ہو، اس کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ آپ کی ذات سے اس کو نقصان پہنچے گا، چنانچہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کون اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شر سے مامون نہ ہو۔ (بخاری، باب اثم من لا یامن جارہ بوائقہ، حدیث نمبر:۶۰۱۶، مسلم، باب بیان تحریم ایذاء الجار، حدیث نمبر:۱۷۰)

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کے یہاں کوئی اچھی چیز پکے اور غیر مسلم پڑوسی وہ کھاتا ہو، تو اس کے گھر بھیج دیا کریں، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے یہاں ایک بکری ذبح کی گئی تو خاص طور پر اس میں سے پڑوس میں رہنے والے یہودی کو تحفہ بھیجنے کا حکم دیا، (تحفۃ الاحوذی:۶/۶۲) اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کے کسی عمل سے آپ کے غیر مسلم پڑوسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے: "**من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یؤذی جارہ**۔" (بخاری، حدیث نمبر:۶۰۱۸)

۲- پڑوسی کی ایک خاص صورت وہ ہے، جس کو قرآن مجید میں "صاحب بالجنب" سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سے ایسے لوگ مراد ہیں، جن سے تھوڑی دیر کا ساتھ ہو، جیسے سفر کا ساتھی، کلاس کا ساتھی، دفتر اور پیشے کا ساتھی وغیرہ۔ (مفاتیح الغیب: ۱۰/۷۷) ان کے ساتھ بھی خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے بہتر سلوک کا حکم فرمایا ہے، جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں قدم قدم پر غیر مسلم بھائیوں کا ساتھ ہوتا ہے، خاص کر جہاز میں، ٹرین میں، بس میں، ان مواقع پر ان کے ساتھ خوش اخلاقی کا ثبوت دیجئے، ان کا سامان اٹھانے میں، سامان رکھنے میں، یا سامان اتارنے میں اگر آپ کی مدد کی ضرورت ہو تو خود سے بڑھ کر مدد کرنے کی کوشش کیجئے، اگر ان کے ساتھ کوئی مریض یا بوڑھا شخص ہو، یا خاتون

اور بچے ہوں اور آپ کی سیٹ ان کے لئے زیادہ موزوں ہوسکتی ہے تو ایثار سے کام لیجئے اور خود تھوڑی سی زحمت برداشت کرلیجئے، چائے یا کھانے پینے کی ہلکی پھلکی چیز منگائیے تو ان کو بھی شامل ہونے کی دعوت دیجئے، ہر قیمت پر جھگڑے تکرار سے بچئے، جو بڑے ہیں ان کو ان کی عمر کے لحاظ سے چچا، نانا، خالہ اور نانی وغیرہ کے لفظ سے، جو برابر عمر کے ہیں ان کو بھائی کے لفظ سے اور جو کافی چھوٹے ہیں، ان کو ان کی عمر کے لحاظ سے اور جو کافی کسی بوڑھے آدمی کو آپ کے سہارے کی ضرورت ہو تو بڑھ کر سہارا دے دیجئے۔

آپ کا یہی سلوک ان دوستوں کے ساتھ ہونا چاہئے، جو آپ کے آفسوں کے یا کلاس کے ساتھی ہیں، یہ تھوڑا سا حسن سلوک ان کے دل پر گہرا نقش چھوڑے گا اور مسلمانوں کے بارے میں ان کے ذہن میں ایک اچھی تصویر ابھرے گی، اور یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ اگر وہ آپ کے کسی بات یا کسی عمل کو پسند کریں تو آپ بتائیں کہ یہ میری ذاتی خوبی نہیں ہے، یہ ہمارے مذہب کی تعلیم ہے، اس لئے ہم نے جو کچھ کیا ہے، اپنا فریضہ ادا کیا ہے۔

۳-محبت کا ایک اہم ذریعہ تحائف کا لین دین بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے کو تحفہ دو، اس سے ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے: ''تھادوا تحابوا'' (ادب المفرد، عن ابی ہریرۃ، باب قبول الہدیہ، حدیث نمبر: ۵۹۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کا ہدیہ قبول بھی فرمایا ہے اور ان کو ہدیہ دیا بھی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان کسی حربی یا ذمی غیر مسلم کو تحفہ دے اور اس کا تحفہ قبول کرے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط کے موقع پر پانچ سو دینار مکہ بھیجا اور حکم دیا کہ اسے سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے حوالہ کیا جائے، تاکہ وہ اسے مکہ کے فقراء پر تقسیم کردیں اور اس لئے کہ صلہ رحمی ہر دین میں قابل تعریف ہے اور دوسرے کو تحفہ دینا مکارم الاخلاق میں سے ہے۔ (ردالمحتار: ۲/۳۵۲، بحوالہ سیر کبیر)

اس لئے وقتاً فوقتاً جان پہچان کے غیر مسلم بھائیوں اور دوستوں کو تحفہ پیش کرنا چاہئے، خاص کر ان مواقع پر جن میں تحائف پیش کئے جاتے ہیں، جیسے: شادی، بچہ کی پیدائش، تعلیم کی تکمیل، کسی اعزاز کا حاصل ہونا وغیرہ، اسی طرح اگر خود آپ کے یہاں کوئی خوشی کی بات پیش آئے، آپ کسی اہم سفر سے واپس آئیں، یا اس طرح کا کوئی موقع ہو، جس میں آپ اپنے دوستوں کو تحائف دیتے ہوں تو ایسے موقع پر غیر مسلم دوست کو فراموش نہ کریں، یہ بات انشاء اللہ محبت کی تخم بونے کا ذریعہ بنے گی اور سماجی زندگی میں خوشگوار تعلقات قائم ہوسکیں گے۔

۴-اسی طرح کا ایک عمل دعوت اور مہمان نوازی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کی ترغیب دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ مہمان کا اکرام کرے، **"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ"** (بخاری، عن ابی ہریرۃ، حدیث نمبر: ۶۰۱۸) مہمان کی دونوں شکلیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ آپ کی دعوت کے بغیر کوئی شخص خود آپ کا مہمان بنے، دوسری شکل یہ ہے کہ آپ دعوت دے کر کسی کو اپنا مہمان بنائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں غیر مسلم بھائیوں کی ضیافت کی دونوں صورتیں ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ مہمان جیسا سلوک فرمایا، بنونجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اپنا مہمان بنایا، اور بھی بہت سے غیر مسلم وقتاً فوقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان بنا کرتے تھے، بلکہ ۹ ہجری تو ''عام الوفود'' ہی کہلاتا ہے، جس میں غیر مسلموں کے بہت سے وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبادۂ خیال کیا، ایمان لائے، یا معاہدات کئے، یہ سب آپ کے مہمان ہوتے تھے، ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں نکاح فرمایا، اور اہل مکہ کو دعوت دی کہ وہ ولیمہ میں شرکت کریں، یہ اور بات ہے کہ انہوں نے شرکت سے انکار کردیا۔ (فتح الباری:۹/۲۳۸)

جیسے آپ نے غیر مسلموں کی دعوت اور ضیافت فرمائی ہے، اسی طرح آپ نے خود بھی غیر مسلموں کی دعوت قبول کی ہے، اس سلسلہ کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودی خاتون نے آپ کو مدعو کیا اور کھانے میں زہر ملادیا، جس کا اثر مرض وفات تک آپ پر رہا، یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے بعض غیر مسلم قبائل سے جن شرطوں پر معاہدہ کیا، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان اس علاقہ سے گزریں گے، وہ اس کی میزبانی کریں گے، کیونکہ اس زمانہ میں آج کل کی طرح ہوٹل اور بازار موجود نہیں تھے اور عربوں کے رواج میں مقامی لوگوں کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ مسافروں کے لئے کھانے کا انتظام کریں۔

لہٰذا اپنی سماجی تقریبات میں غیر مسلم بھائیوں کو مدعو کیجئے، جیسے ولیمہ، عقیقہ یا کسی خوشی کے موقع پر جب دعوت کا اہتمام کیا جائے، بلکہ افراد کے ساتھ ساتھ اداروں اور تنظیموں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے، مسلمانوں کی مذہبی تنظیموں، دینی مدارس اور دوسرے اداروں کو چاہئے کہ اگر کوئی دشواری نہ ہو تو اپنے جلسوں اور پروگراموں میں غیر مسلم مذہبی قائدین کو بحیثیت مقرر اور عام غیر مسلم بھائیوں کو بحیثیت سامعین مدعو کریں، اسی طرح اگر غیر مسلم احباب دعوت دیں اور اس دعوت کا تعلق سماجی تقریبات سے ہو تو اس میں شرکت کریں اور مبارکباد دیں، یہ آمد و رفت اور ملاقاتیں فاصلوں کو کم کریں گی اور خوشگوار تعلقات کا ذریعہ بنیں گی۔

۵- ہدیہ اور تحفہ تو اظہار تعلق کے لئے دیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی چیز ثواب کی نیت سے دی جائے تو اسی کو ''صدقہ'' کہتے ہیں، صدقہ جیسے مسلمان پر کیا جاسکتا ہے، غیر مسلموں پر بھی کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ وہ صرف مسلمانوں ہی پر صدقہ کریں، اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ غیر مسلموں کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اور مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم جو بھی خیر کے لئے خرچ کرو گے تم کو اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ (البقرۃ:۲۷۲) چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام ہی مذاہب والوں پر صدقہ کیا کرو، ''تصدقوا علی اہل الادیان'' (نصب الرایہ:۲/۳۹۸) چنانچہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ایک خاندان پر صدقہ فرمایا، (حوالہ سابق) اسی لئے اس پر تو اتفاق ہے کہ نفل صدقات غیر مسلموں کو بھی دیئے جاسکتے ہیں، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقات واجبہ بھی غیر مسلموں کو دیئے جاسکتے ہیں، صرف زکوٰۃ کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ مسلمانوں سے لی جائے اور مسلمانوں پر خرچ کی جائے۔ (تبیین الحقائق:۱/۳۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم بھائیوں کو صدقۃ الفطر دیا جاسکتا ہے، ان کو قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے، اگر کسی چیز کی غریبوں کے لئے نذر مانی گئی ہو تو اس کو غیر مسلموں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، عملی زندگی میں اس کا خیال رکھنا چاہئے، بالخصوص قدرتی آفات، جیسے زلزلہ، سیلاب اور طوفان وغیرہ کے لئے ریلیف میں غیر مسلم بھائیوں کو شریک رکھنا چاہئے، اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم بیمار ہو تو اس کی علاج میں مدد کرنا، لڑکی کی شادی میں تعاون کرنا، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، تعلیم میں مدد کرنا، یہ سب کار ثواب ہے اور ایسا نہیں ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ اگر یہ سلوک کیا جائے تو اس پر اجر حاصل نہیں ہوگا، ہمیں روزمرہ کی زندگی میں اسلام کی ان تعلیمات کا لحاظ رکھنا چاہئے، تاکہ برادرانِ وطن محسوس کریں کہ مسلمان صرف اپنے لئے نہیں سوچتا ہے، بلکہ وہ پوری انسانیت کے لئے سوچتا ہے۔

○○○

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

ہجومی تشدد اور ہماری خودکشی

خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

یکم اپریل ۲۰۱۷ء میں راجستھان میں الور کے مقام پر جب پہلوخان کو گئوکشی کے الزام میں لاٹھی اور ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر مارا گیا اور مارنے والوں کی ویڈیو بھی وائرل ہوگئی تھی۔ وہاں بی جے پی کی حکومت نے ۹ مارنے والوں کو گرفتار بھی کرلیا تھا، ان پر مقدمہ چلایا گیا اور پھر ان کو شبہ کی بنیاد پر چند روز قبل رہا کردیا گیا، حالانکہ ان ملزموں میں وہ بھی تھے جنہوں نے پہلوخان کو زدوکوب کرنے کا کھل کر اعتراف کیا تھا۔ ''این ڈی ٹی وی'' والوں نے اپنی شناخت چھپا کر اور کٹر ہندو بن کر حملہ آوروں سے انٹرویو بھی لئے تھے جس میں قتل کرنے والوں نے اپنے کارنامے لہک لہک کر بیان کئے تھے اور جوئے خوں بہانے کا اعتراف بصد فخر وغرور کیا تھا، مقامی عدالت نے سب کو بری کردیا۔ اب حالات ایسے ہوتے جارہے ہیں کہ مسلمانوں کے جتنے قاتل ہوں گے وہ سب عدالتوں میں معصوم ثابت ہوں گے، ان کو بری کرنے کے لئے جھوٹے بہانے تلاش کئے جائیں گے اور ان کو خون کے دھبے چھپانے کے لئے دستانے پہنائے جائیں گے۔ اور جتنے مقتول ہوں گے ان کو صف قاتل میں رکھا جائے گا۔ آخر یہ کیسی عدالت ہے جو نہ ویڈیو کو فراہم کردہ ثبوت کو مانتی ہے اور نہ مقتول کے مرنے سے پہلے آخری بیان کو عدالت کے اس فیصلے کے بعد قاتلوں کی گلپوشی کی گئی۔ اب گوڈسے کے وارثین کے دور حکومت میں یہی ہوگا۔ بقول شاعر:

وہی قاتل وہی منصف وہی حامی ہے مرا
اقربا میرے کریں خوں کا دعویٰ کس پر

ہمارے ملک میں مسلمانوں کا حال اور مستقبل بے حد پریشان کن، مایوس کن ہے، وہ قانون اور وہ دستور جس کے حوالہ سے ہم بات کرتے تھے اور اپنا حق مانگتے تھے تبدیل ہونے والا ہے۔ ہم نے اپنے ایک مضمون میں موجودہ حالات کا تجزیہ کیا ہے اور ان غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو ہم نے تاریخ میں کرڈالی ہے۔ اب حالیہ تاریخ میں تین طلاق کے سلسلہ میں بھی سپریم کورٹ سے لے کر پارلیمنٹ تک ہماری شکست ہماری نادانی اور بے بصیرتی کا نتیجہ ہے اور اس بات کا شاخسانہ ہے کہ ہماری مذہبی قیادت مسلک کے خول میں بند ہے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارت، کویت، الجزائر، مصر، قطر اور دوسرے ملکوں میں اگر تین طلاق ایک طلاق مانی جاتی ہے، اگر تین کو ایک ماننے والوں میں یوسف القرضاوی سے لے کر دیگر علماء موجود ہیں جو دلیلوں کی بنیاد پر تین طلاق کو ایک طلاق مانتے ہیں تو مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت اگر حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اہل حدیث اور دوسرے علماء کے قول پر عمل کرلیتی تو کیا حرج تھا۔ سب سے زیادہ بہتر تو یہ تھا کہ اس بارے میں بورڈ کوئی موقف ہی اختیار نہیں کرتا کیونکہ بورڈ کے دائرہ میں ہر مسلک کے لوگ شریک ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی شخصیت ایسی تھی جو مسلکی خول سے بلند ہوکر سوچتے تھے۔ وہ اگر موجود ہوتے تو مسلمانوں کی ایسی رسوائی نہیں ہوتی جو آزاد ہندوستان کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی۔ قدیم مدارس کے نصاب کے معاملہ میں جس طرح ندوۃ العلماء نے اصلاح نصاب کا علم بلند کیا تھا اور اتنی طاقت کے ساتھ بلند کیا تھا اب اسے جو نہ مانے اسے لوگ فاتر العقل سمجھتے

ہیں اسی طرح قدیم مدارس کے مفتیان شریعت کی مسلک پرستی کے خلاف کھڑے ہونے کے لئے قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب جیسی بیدار مغز شخصیت کی ضرورت تھی لیکن افسوس ''آن قدح بشکست و آں ساقی نماند'' موجودہ قیادت کو اپنی ناکامی کے اعتراف کے ساتھ اپنے صدر مولانا محمد رابع حسنی کے پاس اپنا استعفیٰ پیش کرنا چاہئے اور بورڈ کی تشکیل جدید ہونی چاہئے کیونکہ پرسنل لا کا معاملہ ہجومی تشدد سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ موجودہ قیادت، مذہبی قیادت نہیں مسلکی قیادت ہے جسے نہ حالات کی نزاکت کا خیال ہے نہ انجام کی فکر۔ یہ خودکشی کے لئے آمادہ ہے، یہ مسلک کی جیت کی فکر میں پوری ملت کو اندھے کنویں میں گرانے کے لئے تیار ہے۔ ہر مسلمان دیکھ رہا ہے، بساط زندگی میں اب اس کا ہر مہرہ مات ہو رہا ہے۔ اقبال کا شعر یہاں پورے طور پر صادق آتا ہے:

نہ جانے کتنے سفینے ڈبو چکی اب تک
فقیہ و صوفی و ملا کی ناخوش اندیشی

اقبال نے یہ بھی کہا تھا کہ:

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

ہمیں اپنی غلطیوں کو جاننا چاہئے ہمیں مسئلہ کے حل تک پہنچنے کے لئے اور راہ نجات ڈھونڈھنے کے لئے اپنا احتساب کرنا چاہئے۔ ذرا سوچئے مسلمانوں کو قرآن مجید میں خیرامت کہا گیا ہے لیکن یہ تمغہ امتیازیوں ہی بے مقصد اور بے سبب نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ ''ناس'' سے یعنی آدم کے کنبہ سے، یعنی بنی نوع انسان سے رابطہ استوار کریں (اخرجت للناس) یعنی خیر امت پر یعنی مسلمانوں پر اولاد آدم سے رابطہ استوار کرنے کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ صرف مسلمانوں سے نہیں بلکہ غیر مسلموں سے بھی، کیونکہ وہ بھی ''ناس'' کے مفہوم میں داخل ہیں، اس لئے ان سے بھی مانوس ہونے کی اور ان کو خود سے مانوس کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمان اپنی اس ڈیوٹی کو ادا نہ کریں تو وہ خیرامت کے تمغہ کے حق دار نہیں ہیں۔ چاہے وہ رات دن مسلمانوں سے ملتے ہوں اور ان ہی کے درمیان گشت کرتے ہوں اور صرف ان ہی پر مشتمل اجتماعات منعقد کرتے ہوں اور ان ہی کے درمیان اپنی پرجوش خطابت کا مظاہرہ کرتے ہوں۔ اب یہ سارے کام چاہے دین کے اور اصلاح معاشرہ کے کام ہوں اور ان سے ثواب کی توقع ہو لیکن خیرامت کے گولڈ میڈل کے مستحق مسلمان صرف اسی صورت میں ہوں گے جب وہ غیر مسلموں سے بھی رابطہ قائم کریں گے اور ان سے بھی ڈائیلاگ کریں گے اور ان کی اصلاح و ہدایت کی بھی فکر کریں گے۔ انہیں بھی معروف کا حکم دیں گے اور انہیں بھی منکر سے روکیں گے۔ (کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر)

قرآن کی آیت میں مسلمانوں کو خیرامت کہا گیا ہے کیونکہ وہ تمام انسانی گروہ کے لئے نکالے گئے ہیں اور وہ خیر پھیلاتے ہیں اور سب کو شر سے روکتے ہیں۔ ہماری دوسروں سے شکایت بجا ہے۔ بلاشبہ دلوں میں بہت سے غم ہیں، سینہ پر بہت سے زخم ہیں جو بتان آذری کے پجاریوں سے رابطہ استوار کرنے کا تھا اور دین ابراہیمی کے پھیلانے کا تھا وہ ادا نہیں کیا ہے۔ اس لئے غلطیاں ہمارے نام کی بھی ہیں۔ ہم بھی بے قصور نہیں ہیں۔ پوری ملت کا مزاج بن گیا ہے کہ وہ اپنی خول میں بند ہو کر کام کرتی ہیں۔ ہماری ساری رسوائیاں ساری ناکامیاں اسی وجہ سے ہیں۔

قرآن کے بیان کردہ مذکورہ معیار پر مسلمانوں اور مسلم جماعتوں کی کارکردگی کو دیکھیں تو مایوسی ہوتی ہے، کیونکہ صرف وہی گروہ خیرامت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جو ''اخرجت للناس'' کو اپنا شعار بناتا ہے، صرف مسلمانوں سے نہیں غیر مسلموں سے بھی اپنا رابطہ قائم کرتا ہے۔ ''پیام انسانیت'' کی تحریک اور غیر مسلموں میں کام کرنے والی تنظیمیں ہی (جو بے حد کم ہیں) اس معیار پر پوری اترسکتی ہیں اور ''خیرامت'' کا مصداق ٹھہرتی ہیں۔ صدیوں سے مسلمانوں نے غیر مسلموں سے ملنا اور ان کے درمیان نیکی کا پیام پہنچانا چھوڑ دیا ہی اور اپنے خول میں بند ہو گئے ہیں اور اس کے جو نقصانات ملک کے

اندر سامنے آئے تھے۔ اسپین میں بھی ہجومی تشدد سے ملتے جلتے واقعات پیش آئے تھے، وہاں بھی احکام شریعت پر عمل کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ آج اور اس وقت مسلمانوں کے قائدین غیر مسلموں سے رابطہ کا کام نہیں کررہے ہیں، مسلمانوں کی تنظیمیں یہ کام انجام نہیں دے رہی ہیں۔ عام مسلمان زیادہ تر صرف اپنے خول میں بند ہیں، غیر مسلموں سے ان کے تعلقات نہیں ہیں۔ ایک بیگانگی، ایک اجنبیت کی دیوار حائل ہے، ایک شہر ایک محلہ میں رہنے کے باوجود اور ہمسایہ ہونے کے باوجود نہ بات ملاقات نہ ملنساری نہ دلداری نہ رفاقتیں نہ قربتیں نہ ہم طعامی نہ شیریں کلامی نہ ہم نشینی نہ ہم سخنی۔ ہر مسلمان غیر مسلم سے الگ اور بیگانہ۔ یہ انداز خیر امت کے اس فرد کا نہیں ہوسکتا ہے جسے ''ناس'' سے مانوس ہونے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے بہت سے واقعات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں، ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک مکان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ میں فروخت کیا، امیر معاویہ نے وہ مکان ایک یہودی کو دے دیا۔ یہ حسن سلوک کی ایک مثال ہے۔ کتاب ''جامع احکام القرآن'' میں ہے کہ مسلمان یہودی اور نصرانی کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ صلہ رحمی کے بہت سے واقعات ہیں۔ کافر رشتہ داروں کے ساتھ سلوک اور صلہ رحمی بالکل درست ہے۔ اور کافروں کو تحفے تحائف دینا بھی درست ہے، غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک درست ہے۔ موجودہ حالات میں مسلم تنظیموں کے سربراہوں کو چاہئے کہ ہندو لیڈروں کو بلائیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں، خاص طور پر کمزوروں کو، وہ ہندو ہوں یا مسلمان بے سہارا ہرگز نہ چھوڑیں۔ خدا کے نیک بندوں کا کردار قرآن میں مذکور ہے: **ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما و اسیرا۔** (الدہر:۸) ''یعنی وہ کھانا اس کی طلب کے باوجود کھلاتے ہیں یتیم کو اور مسکین کو اور قیدی کو'' اس آیت میں قیدی کا بھی تذکرہ ہے یعنی مشرک قیدی کو کھانا کھلانا بھی اللہ سے قربت کا ذریعہ ہے۔ ابوعزیز بن عمیر جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انہیں بعض انصار کے حوالہ کیا گیا، انصاری خود کھجور کھا کر رہ جاتے لیکن گرفتار شدہ غیر مسلم کو اچھی روٹی کھلاتے تھے۔

پڑوسی مسلم ہو چاہے غیر مسلم ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کا خاص حکم ہے۔ حدیث میں ہے: **من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر یؤذ جارہ۔** (ابوداؤد، کتاب الادب) یعنی جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہئے۔ اسی طرح غیر مسلموں پر خرچ کرنا بھی خدا کی راہ میں انفاق ہے۔ انسانیت کی خیر خواہی اور مدد کے راستہ میں مسلک و مذہب کی دیوار حائل نہیں ہونی چاہئے۔ یہی اسلام سکھاتا ہے اور مسلمانوں کو اس کا عملی ثبوت بھی پیش کرنا چاہئے۔ صرف اموال زکوٰۃ غیر مسلموں پر خرچ نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ غیر اموال زکوٰۃ کے سلسلے میں اسلام نے غیر مسلموں پر خرچ کرنے کا شوق دلایا ہے۔ غیر مسلم کا اکرام بھی ضروری ہے اور ان کو مہمان بھی بنایا جاسکتا ہے۔ وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت بھی درست ہے اور کار ثواب ہے۔ اس کے جنازے کا بھی احترام کیا جائے گا اور جنازے میں شرکت کی جائے گی۔ غیر مسلم کے گھر تعزیت کے لئے بھی جانا درست ہے۔ کاروباری تعلقات سب کے ساتھ رکھے جاسکتے ہیں، صلہ رحمی سب کے ساتھ کرنی چاہئے، غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا بھی مباح ہے۔ ان کی دعوتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی دعوت کی ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں مسلم قائدین کو اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں کو غیر مسلم قائدین کی دعوت کرنی چاہئے اور ان کو خود سے مانوس کرنا چاہئے، اہل کتاب کے بارے میں تو آیت تک موجود ہے: **وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لهم۔** (المائدہ:۵)

(باقی.....صفحہ.....39.....پر)

مولانا مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی

کسب حلال کی اہمیت اور ضرورت

حق تعالیٰ شانہٗ نے بنی نوع انسان کو دو چیزوں کا مرکب بنایا ہے۔ ایک ظاہری شکل و صورت اور ایک باطنی حسن سیرت۔ دونوں چیزیں انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا کر کے حسن و جمال کے رنگ بھرتی ہیں۔ جس طرح انسان کا ظاہری حسن و جمال دوسروں کو متاثر کرتا ہے، اسی طرح باطنی کمال بھی دوسروں کو متاثر کرتا ہے، بلکہ ظاہر کے مقابلہ میں باطن کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح انسان کی ظاہری شکل وصورت کے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے جسمانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح باطنی حسن، حسنِ سیرت کو برقرار رکھنے کے لئے بھی روحانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انسان کا ظاہر اور باطن، جسم اور روح پاکیزہ اور صحت مند ہوتا ہے تو یہ انسان نہ صرف اپنی ذات کے اعتبار سے مفید اور فائدہ مند ہوجاتا ہے، بلکہ دوسروں کے لئے بھی سراپا خیر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جسمانی اور روحانی غذا کا بے حساب اور لامحدود انتظام کیا ہے۔ جیسے جاندار کی زندگی کے لئے ہوا، پانی اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے اس کا انتظام بھی بے حساب اور عام کردیا ہے۔ ہوا اتنی عام ہے کہ کسی کے بھی قبضہ میں نہیں دی۔ پانی بھی آسمان سے اور زمین سے عام دستیاب ہوجاتا ہے۔ بارش کو اور زمین کے نیچے بہنے والے پانی کو کسی کے قبضہ میں نہیں دیا۔ روشنی اور حرارت کے لئے سورج کے چراغ کو روشن کردیا ہے۔ اس کا بٹن بھی کسی کے قبضہ میں نہیں دیا، چونکہ روح کی غذا نیک اعمال اور ایمان کی دولت ہے۔ اللہ رب العزت نے اس غذا کو بے حساب اور لامحدود کردیا ہے۔ نیکی کے کام کرنے پر بھی پابندی نہیں، جتنی چاہے انسان نیکی کرتا جائے۔ ایمانی قوت ذخیرہ کرتا جائے، بلکہ اللہ نے اس غذا کو بھی عام کردیا ہے، صبح و شام اور رات دن کے اوقات میں پانچ وقتی نماز فرض کر کے اور نہ جانے کتنے اسباب نیکی مہیا کردیے ہیں، جن سے وافر مقدار میں روحانی غذا بلا روک ٹوک حاصل کی جاتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اس مضمون کو ایک مثال کی صورت میں ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: (أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ. تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ.) (ابراہیم:24)

ترجمہ: ''کیا نہیں دیکھا تو نے کہ کیسے مثال دی ہے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ (ایمان) کی کہ جیسے شجرۂ طیبہ ہو (پاکیزہ جسم) اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندی تک ہوتی ہیں۔ دیتا ہے وہ درخت اپنے پھل کو ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اور دیتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

ایمان اور نیک اعمال مفید درخت کی مانند ہیں۔ نیک اعمال کی توفیق پاکیزہ رزق سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا ثمرہ بہت وسیع ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو مخاطب ہوکر فرمایا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ. (المومنون:51)

ترجمہ: ''اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزوں میں سے اور نیک اعمال کرو۔ بے شک میں، جو تم کرتے ہو، اس کے بارے میں خوب علم رکھنے والا ہوں۔''

ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال کے لئے پاکیزہ اور حلال رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر روحانی اور ایمانی قوت برقرار رکھنی ہو تو رزق حلال اور پاکیزہ روزی کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن

طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ (البقرۃ:172)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کھاؤ تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔''

رزق حلال کا حاصل ہونا، اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے اور سب سے بڑا رزق حلال وہ ہے جو کسب حلال اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے حاصل ہو۔

قصہ حضرت داؤد علیہ السلام

حکایات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ منقول ہے کہ آپ علیہ السلام وقت کے بڑے نبی اور عظیم بادشاہ تھے۔ دونوں نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں۔ آپ علیہ السلام کا معمول تھا کہ بھیس بدل کر لوگوں کا حال وغیرہ معلوم کرتے اور اپنے بارے میں سوال کرتے۔ ایک بار جبرائیل علیہ السلام بہ شکل آدمی انہیں ملے۔ آپ علیہ السلام نے حسب معمول ان سے دریافت کیا کہ: ''اے نوجوان! تو داؤد (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟'' وہ بولے: آدمی تو بہت اچھا ہے، مگر ایک عادت ان میں ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ فرمایا کہ مسلمانوں کے بیت المال سے کھاتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے ہاں اس شخص سے بہتر کوئی شخص نہیں جو اپنے ہاتھ کی محنت و مشقت سے کھاتا ہو۔ آپ روتے ہوئے عبادت کی جگہ میں آئے اور اللہ رب العزت سے خوب رو رو کر مانگا کہ اے اللہ! مجھے کوئی کام سکھادے اور مجھے مسلمانوں کے بیت المال سے مستغنی کردے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لئے لوہے کو موم کی طرح نرم کردیا، جیسے گندھا ہوا آٹا۔ آپ علیہ السلام جب امور سلطنت سے فارغ ہوتے تو زرہیں بنایا کرتے، انہیں بیچ کر اپنی اور اہل و عیال کے بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں اسی قصہ کا ذکر ہے: (وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔ (سبا:10) وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ۔ (الانبیاء:80)

ترجمہ: ''اور نرم کردیا ہم نے ان کے لئے لوہے کو اور سکھلایا ہم نے ان کو ایک طریقہ تمہارے لئے لباس بنانے کا۔''

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھ سے کمائی کا ذریعہ مانگا، تاکہ بیت المال کی محتاجی سے مستغنی ہوجائیں۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کسب حلال سے کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی بڑی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حلال کمائی اس لئے کرتا ہے کہ سوال کرنے سے بچے، اہل و عیال کے لئے کچھ حاصل کرنے اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ قیامت کے دن یوں اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور جو شخص حلال کمائی بکثرت مال جمع کرنے کے لئے اور دوسروں پر فخر کرنے کے لئے کرتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور جو بچنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بچالیتے ہیں اور جو غنیٰ چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو غنی کردیتے ہیں۔

بہت سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں روایات میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے کمائی کرکے اپنی گزر بسر کی۔ انہوں نے مختلف پیشے اور ذرائع آمدنی اختیار کئے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے سوئی ایجاد کی اور سلائی کا کام کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام گلہ بانی اور بکریاں چرانے کا کام کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بڑھئی کا کام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بکریاں چرائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام منبر پر خطبہ دیتے تو ساتھ میں کھجور کے پتے ہوتے تھے، جس سے زنبیل وغیرہ بناتے تھے، جب بنالیتے تھے تو کسی آدمی کو دے کر بھیجتے کہ اسے فروخت کرآؤ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں آیا اور اس نے کسی ضرورت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر میں صرف دو چیزیں ہیں: ایک پھٹا ہوا ٹاٹ اور ایک پیالہ۔ ٹاٹ پر ہم آرام کرتے ہے، بیٹھتے ہیں اور رات کو اوڑھ لیتے ہیں اور پیالہ ہمارے کھانے پینے اور نہانے کے استعمال میں آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں منگوائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی قیمت لگوائی، چنانچہ دونوں چیزوں کی قیمت دو درہم لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم کا کھانا وغیرہ لے کر گھر پہنچاؤ اور دوسرے درہم کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے کر آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑے میں اپنے دستِ مبارک سے لکڑی کا دستہ ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ، لکڑیاں لاکر بیچا کرو اور پندرہ دن تک میرے پاس نہ آنا، پندرہ دن کے بعد یہ شخص بہت خوش خوش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اس اثنا میں اس نے دس درہم کمائے، کچھ غلہ وغیرہ پر لگا دیے اور کچھ کپڑوں پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے لئے اس سے بہتر نہیں کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ چہرہ پر گداگری کا ایک سیاہ داغ لگا ہوا ہو، جو دوزخ کی آگ کے سوا صاف ہی نہ ہوسکتا ہو۔ ہمارے اسلاف اور اکابرین کا یہ معمول رہا ہے کہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ کسب حلال اور ذریعہ معاش کے طور پر کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ کسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور طلباء بیک وقت دو شعبوں میں مہارت حاصل کرتے تھے۔ طب یونانی (حکمت)، طب نبوی (روحانی علاج)۔ گویا مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کی تکمیل کرنے والا پختہ اور جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حکیم یا روحانی معالج ہوا کرتا تھا۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ بہترین کمائی کون سی ہے؟ فرمایا: دنیا کی بہترین کمائی تو یہ ہے کہ کسب حلال اس قدر ہو کہ ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ جس سے عبادت میں دل جمعی حاصل ہو، کچھ بچ جائے تو قیامت کے دن کا توشہ بنالے اور آخرت کی بہترین کمائی وہ علم ہے جس پر عمل بھی ہو اور اس کی اشاعت بھی کرتا ہو اور وہ اعمال صالحہ جو آخرت کے لئے تیار کرے اور سنت حسنہ جسے زندہ رکھے۔ پھر سوال ہوا کہ بدترین کمائی کون سی ہے؟ فرمایا: دنیا کی بدترین کمائی تو وہ حرام مال ہے جسے جمع کرکے معصیت پر لگایا گیا ہو یا اللہ کے نافرمان لوگوں کے لئے چھوڑ گیا ہو اور آخرت کی بدترین کمائی از راہ حسد حق کا انکار اور معصیت پر اصرار ہے۔ نیز ظلم و سرکشی کی بنا پر کسی برائی کی طرح یعنی بنیاد ڈالی جائے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی ہندی پستکیں

کتاب کا نام	لیکھک	مولیہ
मन्सबे पैगम्बरी	मौ0 सै0 अबुल हसन अली हसनी नदवी	100.00
नबियों के किस्से 1,2	"	120.00
नबी–ए–रहमत	"	250.00
दस्तूरे हयात (जीवन का पथ-प्रदर्शक)	"	70.00
सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की	"	70.00
भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में	"	80.00
मदीने की डगर	"	70.00
मानवता का संदेश	"	50.00
मानवता का स्तर	"	50.00
अच्छे–अच्छे नाम अल्लाह के	"	25.00
इस्लाम एक परिचय	"	40.00
इस्लाम क्या है?	मौलाना मनजूर नोमानी	60.00
आदर्श शासक	मौलाना अब्दुस्सलाम किदवाई नदवी	35.00
तूफान से साहिल तक	मो0 असद	50.00
मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम	मौलाना सैय्यद मो0 राबे हसनी नदवी	250.00
तोहफ–ए–रमजान	"	40.00
हमारे हुजूर	अमतुल्लाह तसनीम	20.00
इरलाम और इरलागी	मौलाना इलियारा नदवी गटकली	35.00
सीरत सुलतान टीपू शहीद	"	220.00
	Total	1635.00
	Rate After Disc & Including Postal Charges	1000.00

Ph.: 0522-2741539, A/c : **10863759700**, SBI Main Br. Lucknow, IFSC : **SBIN0000125**

محمد فرمان ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

قرآنی خواتین

مرد وعورت انسانی زندگی کی دو بنیادی ستون ہیں، ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں، بلکہ ایک کے ذریعہ دوسرے کی زندگی کی تکمیل ہوتی ہے، اور بقول شخصے کہ مرد وعورت انسانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، جس طرح گاڑی ایک پہیے سے نہیں چل سکتی، اس طرح انسانی زندگی بھی صحیح طور پر دونوں کے بغیر نہیں چل سکتی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان سے ان کا جوڑا بھی بنایا، قرآن مجید میں ہے: وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (ان سے ان کا جوڑا بنایا)، اس سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ ایک تو یہ کہ عورت مرد کے تابع ہے، دوسرے یہ کہ مرد کی زندگی عورت کے بغیر نامکمل ہے۔

عورت انسان کے لئے دنیا اور آخرت میں قدرت کا انمول تحفہ ہے، وہ گھروں کی زینت ہے، دین کی شان ہے، سنن نسائی۔ (حدیث: ۳۹۴۰) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند کرائی گئی ہیں: ایک خوشبو، دوسرے عورتیں، تیسرے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، بلاشبہ نسل انسانی کے بقاء وتسلسل کا ذریعہ عورت ہی ہے، بلکہ کسی کہنے والے نے صحیح کہا ہے: عورت انسانی زندگی کا آدھا وجود ہے، اور بقیہ زندگی کے بننے بگڑنے پر اثر انداز ہے، علامہ اقبال نے کہا ہے:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

عورت کا وجود دنیا کے لئے زحمت کا باعث نہیں، بلکہ وہ سراپا رحمت ہے، اور عورت کا نیک ہونا سونے پر سہاگہ ہے، مسلم شریف کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوری زندگی ایک پونجی ہے، اور دنیا کی بہترین پونجی نیک عورت ہے اور ابن ماجہ (۱۸۵۷) میں ہے کہ تقویٰ کے بعد نیک عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

جاہلی معاشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورت کی کوئی وقعت نہیں تھی، اسے برائی کی جڑ تصور کیا جاتا تھا، سانپ سے زیادہ خطرناک بتایا جاتا تھا، اس کے ساتھ جانوروں کا سلوک کیا جاتا تھا، یورپ میں عورت پر ظلم وستم کا ایسا بازار گرم کیا گیا کہ بقول اسپرنگر: نو لاکھ عورتوں کو یورپ میں عیسائیوں نے زندہ جلادیا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں پر احسان کیا، عورت کو مرد کا حصہ بتایا، سب سے بڑا مرتبہ ماں کا بتایا، ماں کی روپ میں عورت کے قدموں تلے جنت کی خوشخبری دی۔ اور عورت کے چاروں روپ: ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت کو واضح کیا۔

بنیادی طور پر قرآن کریم میں عورتوں کے نام سے ایک سورت اتاری گئی، وہ سورۃ النساء ہے یعنی عورتوں کی سورت، سورۃ النساء کو عورتوں کی بڑی سورت کے نام سے اور سورۃ الطلاق کو چھوٹی سورۃ النساء کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں عورتوں سے متعلق احکامات اور ان کی تفصیلات موجود ہیں۔

اس دنیا میں بہت سے مرد کامل ومکمل ہوئے، انبیاء اور رسولوں کا زریں سلسلہ اس کی بین دلیل ہے، لیکن عورتوں میں مکمل چار ہیں، حضرت آسیہ، حضرت مریم، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ، ایک دوسری روایت حضرت خدیجہ کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ ویسے قرآن مجید کے سورۂ تحریم میں دو ایمان والی خواتین کو ایمان والوں کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے، وہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران ہیں، اور دو کافرہ عورتوں کو کافروں کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ (سورۂ تحریم: ۱۱)

حضرت آسیہ فرعون کے ظلم وستم کا

نشانہ بنیں، لیکن انہوں نے ایمان اور اسلام کو ہر چیز پر ترجیح دی، جب اسلام پر قائم رہنا مشکل ہوگیا تو انہوں نے اللہ سے اپنے پاس بلائے جانے کی فرمائش کی، اور حضرت مریم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں، وہ بھی آزمائشی مرحلہ سے گذریں، ان پر الزام لگایا گیا، اور بہت بھیانک الزام، لیکن انہوں نے الزامات کے سخت تیر کو صبر وضبط سے برداشت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی استقامتِ ایمان کو نمونہ بنایا۔

قرآنی خواتین میں ملکہ سبأ کا تذکرہ آتا ہے، جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعہ اسلام قبول کرلیا تھا، وہ ایک حکمراں خاتون تھیں، ان کا سبأ کے پورے علاقہ پر اثر ورسوخ تھا، وہ دانشمندی میں اپنی مثال آپ تھیں، جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا تو اپنے درباریوں سے مشورہ کرتیں اور معاملہ کو حل کرتیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاملہ میں انہوں نے یہی رویہ اختیار کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام بھی نیک طینت خاتو ہیں، جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ (سورۂ ابراہیم:۳۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا، انہوں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے حوالہ کرکے جارہے ہیں، تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے، تو اس خداترس خاتون نے کہا: میرا مالک مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ)، اور صفا ومروہ کے درمیان ان کے دوڑنے کو حج کا اہم رکن قرار دیا۔ (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ وہ حکمت ودانائی سے متصف خاتون ہیں، جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ فرعون کی چیرہ دستیوں سے بچنے کے لئے یہی ایک راستہ ہے کہ ان کو صندوق میں بند کرکے دریا کے حوالہ کردیا جائے، اس صبر وشکر کے جذبات سے لبریز عالی ظرف خاتون نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جگرگوشہ کو ان کی گود میں دوبارہ واپس کردیا، اور شاہی دربار میں جاکر انہوں نے دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی نبھائی، اور پھر اس بچے کی وہ شان وعظمت حاصل ہوئی کہ رہتی دنیا تک ان کو عزت وعظمت اور اکرام واحترام کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا۔

سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی پاکدامنی اور ان کی عفت وعصمت کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا ہے اور تقریباً دس آیتیں ایسی ہیں، جو اس حقیقت کو واضح کررہی ہیں، قصۂ افک کے ذیل میں قرآن کریم کا اعلان ہے: **لا تحسبوہ شراً لکم، بل ھو خیرلکم۔** (اس کو تم برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے) مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی عزت کی طہارت کا تذکرہ جبریل امین علیہ السلام کے ذریعہ آسمان بالا سے کیا گیا، جو حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف سازش کرنے والوں کے خلاف حجت ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں، جن کا نکاح پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، ان سے ان کا نباہ نہیں ہوا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ فرمایا ہے، اور ان کے واقعہ کی تفصیل ذکر کی ہے۔

امہات المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنے والی وہ قابل رشک خواتین ہیں، جن کے ذریعہ دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا کام بڑی سطح پر ہوا، ان کا بھی تذکرہ قرآن کریم کے سورۂ حجرات میں آیا ہے۔

نافرمان اور انکار کرنے والی عورتوں میں حضرت نوح اور لوط علیہ السلام کی بیویاں ہیں، جنہوں نے اپنے شوہر کے خلاف محاذ ارائی کی، اور ابولہب کی بیوی جو لکڑیاں چن چن کر لاتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں ڈالتی تھی، وہ بھی اللہ کی نگاہ میں ملعون ٹھہری، سورۂ لہب میں اس کا تذکرہ "وَامْرَاَتُہٗ، حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ" (لکڑیاں ڈھوکر لانے والی) کی شکل میں موجود ہے، وہ ام جمیل بنت حرب حضرت ابوسفیان کی بہن تھی۔

یہ ایک مختصر تذکرہ تھا قرآنی خواتین کا، ان شاء اللہ ان کے ذکر سے جہاں ایک طرف موجود خواتین کو ہمت وحوصلہ ملے گا وہیں دوسری طرف ان کے اسوہ کو اپنا کر وہ قابل رشک بن سکتی ہیں، اور اپنے ماحول کو بہتر بنا سکتی ہیں۔

○○

سید علی گیلانی

بیٹیوں اور بیٹوں کے نام!

ان سطور میں، میں اپنی لختِ جگر بیٹیوں اور بیٹوں سے بات کرنے کی ضرورت محسوس کررہا ہوں۔

لخت جگر بیٹیو! آج جس دور فتن سے ہمارا معاشرہ گزر رہا ہے، اُس کے چاروں طرف بدی، برائی، بے حیائی، بے شرمی، اختلاط مرد و زن، شراب نوشی، منشیات، رقص وسرود، خرافات اور فضولیات کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں۔ تاہم ان میں سب سے بڑا عامل (Factor) ہمارے گھروں میں اسلامی تعلیمات کا فقدان ہے۔ ہمارے گھروں میں قرآن کو بھلاکر، اس کے نسخوں کو الماریوں کی زینت بنادیا گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے گھروں سے تلاوت قرآن کی آوازیں سنی جاتی تھیں۔ آج اس کے بجائے ایسے فلمی گانوں کے بول کانوں سے ٹکراتے ہیں کہ شرم وحیا کے جامے تارتار ہوجاتے ہیں۔

گھروں میں بڑوں، یعنی والدین کی لاپروائی اور بچوں کے حوالے سے بے اعتنائی بھی خرابی اور بے راہ روی کی بنیادی وجہ بن رہی ہے۔ والدین پر جس طرح اپنے بچوں کے لئے کھانے پینے، لباس اور علاج ومعالجے کی ذمہ داری ہے، بالکل اُسی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر بچوں خاص کر لڑکیوں کی عزت وآبرو، عفت وعصمت، شرم وحیا اور اخلاق وکردار کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے۔ مگر مادہ پرستی کے اس دور میں وہ اس اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کرنے سے کنی کتراتے ہیں۔ والدین کو سوچ لینا چاہئے کہ جس طرح وہ لڑکوں کی دنیا بنانے اور تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے ہیں، اُسی طرح لڑکیوں کی آخرت کی زندگی میں جہنم کی آگ سے بھی بچانے کی ذمہ داری پوری کریں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنی آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔'' (التحریم:۶/۶۶)

یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظام فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اُس پر ڈالا ہے، اس کو کبھی وہ اپنی حد استطاعت تک ایسی تعلیم وتربیت دے، جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں، اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جارہے ہوں، تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو، ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ اُس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوش حال ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہئے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے۔ حکمران راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔'' جہنم کا ایندھن پتھر ہوں گے، اس سے مراد غالباً پتھر کا کوئلہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ اور سُدّی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ گندھک کے پتھر ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن، جلد ششم، ص:۲۹-۳۰)

بچوں کے والدین اور سرپرست اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھیں تو اپنی اولاد کے بارے میں لاپروائی اور بے اعتنائی نہیں برتیں گے اور ان کو کھلی چھوٹ نہیں دیں گے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہیں بے روک ٹوک کریں۔ اپنی عزت اور آبرو کا خیال نہ کریں۔ بے پردہ گھومیں پھریں۔ منشیات کے عادی بن جائیں۔ موبائل فون کا غلط استعمال کریں۔ انٹرنیٹ اور فیس بک پر غیر محرم اور اوباش نوجوانوں کے ساتھ روابط قائم کریں۔ نمازوں کی پابندی نہ کریں۔ قرآن پاک کی تلاوت نہ کریں۔ قرآن پاک کے معانی سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ کوئی معتبر اور مستند تفسیر کا سہارا لے کر قرآن پاک کے حیات بخش پیغام سے رہنمائی حاصل نہ کریں۔ سیرت پاک کا مطالعہ نہ کریں اور اپنی سیرت اور کردار میں باحیا اور باکردار خواتین کی سیرت کے خدوخال اپنے اندر پیدا نہ کریں۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی اور اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ سب کچھ والدین اور سرپرستوں کی نگاہوں کے سامنے ہوا اور وہ ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کے مصداق دیکھتے رہیں اور ٹوکنے اور روکنے کی کوشش نہ کریں تو قرآن پاک کی اس تنبیہ کا ان پر ہی اطلاق ہوگا۔

لخت جگر بیٹیوں! ہم اپنے ہی ہاتھوں دشمن کے فوجی قبضے میں جاچکے ہیں۔ ایک طرف فوج کے بل بوتے پر ہمارے تمام ذرائع اور وسائل پر قبضہ جمارہا ہے۔ دوسری طرف ہم پر اپنی مشرکانہ تہذیب بزور بازو مسلط کررہا ہے۔ اس مقصد کے لئے خاص طور پر ہماری تعلیم گاہوں، یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدارس کو نشانہ بنارہا ہے۔ مخلوط تعلیم ہماری اسلامی تہذیب، تمدن اور ثقافت کے خلاف ہے۔ اسلام میں لڑکیوں کی تعلیم بھی ضروری ہے مگر اس تعلیم میں لڑکیوں کی عزت، عصمت اور شرم و حیا کا بھرپور تحفظ ہونا چاہیئے۔ مخلوط نظام تعلیم میں ان مقدس اقدار کا تحفظ ممکن نہیں ہوسکتا۔

نظام تعلیم بھی انسانی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہے۔ تعلیم ہماری نئی نسل کو مادہ پرست اور دنیا پرست بناتی اور برائیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں کلچر اور ثقافت کے نام پر ایسے پروگرام منعقد کروائے جاتے ہیں، جن میں دینی اور اسلامی اقدار سے ہم کو دور لے جایا جارہا ہے۔ دشمن اپنی مخصوص تہذیب اور طرز زندگی کو ان پروگراموں کے ذریعے ہم پر مسلط کررہا ہے۔ تعلیم گاہوں میں کردار سازی کی طرف بہت کم توجہ دی جارہی ہے۔ منصوبہ بند طریقے پر جو ان لڑکوں اور لڑکیوں کو شراب اور منشیات کا عادی بنایا جارہا ہے۔ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو کھلے عام ایک دوسرے کے ساتھ روابط قائم کرنے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس تہذیبی یلغار کے مقابلے میں ہمارے مقامی افسران اور ذمہ داران مزاحمت کرسکتے تھے، مگر وہ اپنی کرسیوں، اپنے عہدوں اور منصبوں کے غلام بن چکے ہیں اور انہی کی معاونت، تابعداری اور غلامانہ ذہنیت کے سہارے یہ سب اخلاق باختہ پروگرام انجام دیے جارہے ہیں۔

ان حالات میں، میں اپنی لختِ جگر بیٹیوں سے دردمندانہ اپیل کروں گا کہ آپ قرآن پاک پڑھ کر، سمجھ کر اس کی رہنمائی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں، کیونکہ آپ ہی کے ہاتھوں میں ہمارا مستقبل ہے۔ اگر آپ اپنے اندر اسلامی کردار اور سیرت پیدا نہیں کی تو ہماری آنے والی نسل مشرکانہ تہذیب کا شکار ہوجائے گی، اور اسلام کے حیات بخش نظام سے محروم ہوکر دنیوی ذلت و خواری اور آخرت کے ابدی عذاب سے دوچار ہوجائے گی۔ میں آپ کو علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ کی ایک رُباعی کی وساطت سے خاتونِ ملت کے کردار کی طرف متوجہ کرکے، ایک بار پھر دردمندانہ اور دل سوزی کے ساتھ نصیحت کروں گا کہ اپنی عزت، سیرت اور اسلامی کردار کی ہر حال میں حفاظت کریں اور اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر اپنی دُنیا اور آخرت آباد و شاداب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ علامہ اقبال آپ کو نصیحت کرتے ہیں:

زِشام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہل نظر را
تو میدانی کہ سوزِ قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را

(قرآن پاک کی تلاوت سے اہل نظر کو متاثر کر کے، ہماری شام کو سحر سے بدل دے۔ تو جانتی ہے کہ تیرے سوز قرأت نے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر بدل کر رکھ دی تھی)

اے خاتونِ ملت! تو اپنے کردار اور اسلامی سیرت کے ذریعے ملت کو اس تاریکی سے نکال کر صبح آزادی اور اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف لانے کے لئے اپنا منصبی فریضہ انجام دے۔ اس مقصد کے لئے تم قرآن پڑھ کر، سمجھ کر، عملاً پھیلا کر اور غالب کرنے کی کوشش کر کے اہل نظر پیدا کرو، کیونکہ تو اگر اپنا ماضی یاد کرے گی تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیری سوزِ قرأت سے اسی طرح نسلوں کی تقدیر بدل جائے گی، جس طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن کی تلاوت سے ان کی تقدیر بدل گئی تھی۔

یہ اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ جب عمر بن الخطاب برہنہ تلوار لے کر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے گھر سے نکلے تو راستے میں ایک صحابی سے اُن کا سامنا ہوا۔ انہوں نے کہا: ''عمر! یہ چمکتی تلوار لے کر کہاں جا رہے ہو؟'' عمر نے جواب دیا: ''اس دین کے بدلنے والے محمد کو قتل کر دوں گا۔''

اُس صحابی نے کہا: ''پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر جاؤ۔'' عمر غصے سے بے تاب ہو کر اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں اُن کی بہن قرآن پاک سے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کر رہی تھیں۔ عمر کے آنے کی خبر سن کر وہ سہم گئیں اور قرآن پاک کے اَوراق چھپانے لگیں۔ عمر نے بڑے گرج دار لہجے میں پوچھا: کیا پڑھ رہی تھی؟ فاطمہ نے کہا: ''قرآن پڑھ رہی تھی'' عمر نے اُن کو بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔ فاطمہ کے شوہر اُن کو بچانے کے لئے آگے بڑھے۔ ان کو بھی عمر نے غیض و غضب کا نشانہ بنایا۔ تھک ہار کر عمر نے فاطمہ سے کہا: ''اچھا مجھے وہ سناؤ جو تم پڑھ رہی تھیں'' فاطمہ نے کہا: میں وہ اوراق تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گی جو میں پڑھ رہی تھی۔ جب تک تم نہا دھو کر اپنے آپ کو پاک وصاف نہیں کرو گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پاک و صاف کیا۔ پھر فاطمہ نے سورۂ طٰہٰ کی آیات تلاوت کیں۔ اس سے عمر رضی اللہ عنہ کی دنیا ہی بدل گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاک باز ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ کسی نے پریشان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: عمر ہاتھ میں ننگی تلوار لئے آ رہے ہیں۔ اس مجلس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مومنانہ اور مجاہدانہ انداز میں برملا کہا کہ: اگر نیک نیت سے آیا ہے تو مرحبا، اگر بد نیتی سے آیا ہے تو یہ تلوار اس کا فیصلہ کرے گی۔ مگر عمر بن خطاب کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول ہو چکی تھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کی بارگاہ میں کی تھی کہ دو عمروں میں سے ایک کو اسلام لانے کی توفیق عطا کر۔ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اور دوسرے عمر کے حق میں قبول ہوئی اور انہوں نے خدمتِ اقدس میں اس روز حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کے حیات بخش پیغام کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

جوانانِ ملت! آپ ہمارا مستقبل اور اصل سرمایہ ہیں۔ آپ غلامی کی جن زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں۔ ان سے آزادی حاصل کرنا، آپ ہی کی ہمت، حوصلے، عزم اور اخلاص کا مرہونِ منت ہے۔ آپ اپنے اندر وہ سیرت و کردار پیدا کریں، جو آپ کو بے تیغ لڑنے کا حوصلہ اور ولولہ عطا کرے۔ سامراجی طاقتوں اور استعماری قوتوں نے خاص طور پر آپ کو نشانہ بنانے کے لئے دُور رس نتائج کی حامل ایک پالیسی وضع اور طریق کار اختیار کیا ہے۔ اس سنگین ترین صورت حال کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے کہ آپ محسن ملت اسلامیہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر پوری یکسوئی اور سلیم قلب کے ساتھ پیروی کریں:

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

طوفان سے تو ہم دوچار ہو چکے ہیں۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس طوفان کو سخت ترین موت سے تعبیر کیا ہے:

موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام
مکر و فن خواجگی کاش سمجھتا غلام
اے کہ غلامی سے ہے روح تیری مضمحل
سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

اس سخت ترین موت سے نجات پانے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ کتاب خواں ہی نہیں بننا ہے، بلکہ صاحب کتاب بننے کی طرف بڑھنا ہے۔ صاحب کتاب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت اس بھرپور احساس سے کی جائے کہ یہ کتاب مجھ پر ہی نازل ہو رہی ہے۔ مجھے کہہ رہی ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے؟ تمہارے لئے حق کیا ہے اور باطل کیا؟ تمہارے لئے حلال کیا ہے اور حرام کیا؟ تمہارا خالق اور مالک کون ہے؟ تمہارا حاکم اور مقتدر اعلیٰ کون ہے؟ تمہارا معبود اور پروردگار کون ہے؟ تمہیں کس کی عبادت اور بندگی کرنا ہے؟ تمہیں کس کا خوف اور ڈر ہونا چاہئے؟ تمہاری قوتیں اور صلاحیتیں کس کے لئے وقف ہونی چاہئیں؟ تم نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر کس کے ساتھ اپنی جان و مال کا سودا کیا ہے؟ تمہارے لئے عدل و انصاف کا نظام اور ضابطہ کیا ہے؟ تمہیں انسانیت کا احترام کرنا کون سکھاتا ہے؟ تمہارے لئے صلح اور جنگ کے ضوابط کون ترتیب دے رہا ہے؟

جب آپ قرآن یہ جان کر اور مان کر پڑھیں گے کہ یہ مجھ ہی سے مخاطب ہے تو وہ آپ کو بتائے گا کہ تم کو پانی کے ایک حقیر قطرے سے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے تمہاری پرورش کے لئے ماں باپ کے دل میں محبت اور شفقت پیدا کی ہے۔ اُسی نے تمہاری زندگی کے لئے ہوا، پانی، زمین پیدا کی ہے۔ تمہارے لئے رزق کا انتظام کیا ہے۔ قرآن آپ کو بتائے گا کہ تمہاری زندگی کے لئے تمہارا جوڑا پیدا کیا ہے، اور اس طرح دونوں صنفوں کے لئے سکون و طمانیت کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا گیا ہے۔ مودت اور محبت کا سامان فراہم کیا ہے۔ تم بیمار ہوتے ہو تو شفا وہی بخشتا ہے۔ قرآن آپ کو بتائے گا کہ جب سب کچھ اللہ ہی تم کو دیتا ہے تو تم دوسروں کی بندگی کیوں کرتے ہو؟ وہی تو تمہارا احکم الحاکمین ہے۔ تم دوسروں کی سرداری اور حاکمیت کیوں تسلیم کرتے ہو؟ یہ تو تمہارے اللہ پر ایمان رکھنے کے منافی ہے۔ اس طرح تمہاری زندگی میں دورنگی اور نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن اپنے پڑھنے والے کو بتاتا ہے کہ حق کو قبول کر لینے اور سمجھ لینے کے بعد باطل کی پرستش اور اطاعت کرنے کا تمہارے پاس کیا جواز ہے؟

قرآن پاک کو جب آپ اس ایمان و یقین کے ساتھ پڑھیں گے کہ یہ آپ پر ہی نازل ہو رہا ہے تو آپ جان لیں گے کہ قرآن آپ کو بہت بڑی نعمت اور دولت سے سرفراز فرما رہا ہے۔ قرآن کریم ایک بہت بڑی حکمت اور ایمانی قوت ہے۔ قرآن، آپ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا یقین، اُس کی قوت و سطوت کا راسخ احساس اور ناقابلِ شکست اعتماد پیدا کرتا ہے کہ اسے پا کر آپ بہت طاقت ور بن جاتے ہیں۔ جہاں ایمانی قوت ہو، وہاں دنیا کی ساری طاقتیں پرکاہ کے برابر لگتی ہیں اور کوئی فرعونیت اور نمرودیت مسلمان کو زیردست اور محکوم نہیں بنا سکتی۔ اگر ایمانی قوت نہ ہو تو اسلحہ اور ایٹم بم بھی آپ میں جرأت اور ہمت پیدا نہیں کر سکتے۔ جوانانِ عزیز! یہ سب کچھ قرآنِ پاک سے دوری اور اُس سے ایمانی قوت حاصل کرنے سے وہ محرومی ہے کہ جس کا خمیازہ پوری ملت اور خاص طور پر ہم مظلوموں اور محکوموں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایمانی قوت کو 'زورِ دروں' سے تعبیر کر کے جوانوں کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے:

یہ آب جو کی روانی، یہ ہمکناری خاک
مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
اُدھر نہ دیکھ، اِدھر دیکھ اے جوانانِ عزیز
بلند زور دروں سے ہوا ہی فوارہ

○○○

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی

افواہ پھیلانے کی مذمت

آج کے دور میں جہاں اور بہت سی برائیاں اور بداخلاقیاں ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔ ان میں ایک بہت بڑی بیماری افواہیں پھیلانے کی ہے۔ شاید افواہیں پھیلانے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ ہو کہ بسا اوقات اس کے منفی اثرات معاشرے اور مملکت دونوں کے لئے خطرناک ہوتے ہیں اور جس کے تباہ کن اثرات سے خود افواہ سازی کا کام کرنے والے بھی نہیں بچ سکتے۔

شرعی نقطۂ نظر سے افواہیں پھیلانا یا افواہوں کے ذریعے معاشرے میں فتنہ و فساد پھیلانا ایک بدترین جرم ہے۔ اس لئے کہ افواہیں بغیر کسی بنیاد کے معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان نہ صرف نفرت و حقارت پیدا کرتی ہیں، بلکہ بسا اوقات بلاوجہ لڑائی جھگڑے کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ افواہوں کے مہلک اور مضر اثرات کے پیش نظر اسلامی مملکت کے شہریوں پر یہ فریضہ شرعاً عائد ہوتا ہے کہ وہ خود کسی قسم کی افواہیں نہ پھیلائیں، بلکہ افواہیں پھیلانے والوں پر بھی کڑی نظر رکھیں اور انہیں بھی افواہیں نہ پھیلانے دیں۔ من گھڑت اور جھوٹی باتیں نہ صرف دُنیوی اعتبار سے جرم ہیں، بلکہ آخرت میں بھی اس جرم کی پاداش میں سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔

افواہیں خود حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے، جماعت مسلمین کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا امت مسلمہ کے کسی طبقے کے خلاف، ہر حالت میں قابل مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لئے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بن گئیں، اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں افواہیں پھیلانے کا کام منافقین کیا کرتے تھے۔ منافقین نہ ملت اسلامیہ کے خیرخواہ تھے اور نہ مملکت اسلامیہ کے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو ملت اسلامیہ پر بھرپور وار کریں۔ خصوصاً ان حالات میں جب مسلمانوں پر جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تھا تو ان کی تخریبی سرگرمیاں مزید تیز تر ہوجاتی تھیں۔ منافقین کبھی خوف و ہراس پھیلانے کے لئے افواہیں پھیلایا کرتے تھے اور کبھی کسی واقعی خطرے کو چھپانے کے لئے غلط قسم کا اطمینان پیدا کرنے کے لئے بے بنیاد اور مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتے تھے۔ قرآن حکیم نے اس کا سدِّ باب کرنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب اس قسم کی غیر مصدقہ خبر یا افواہ پہنچے تو اُسے ہرگز لوگوں میں نہ پھیلایا جائے، بلکہ اس قسم کی بے بنیاد خبروں اور افواہوں کے بارے میں ارباب حل وعقد کو آگاہ کرنا چاہئے، تاکہ وہ اس قسم کی افواہوں کا جائزہ لیں اور ٹھیک ٹھیک صورت حال سے ملت کو آگاہ کریں۔ اگر کوئی بات صحیح ہے اور اُمت کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تو حکومت خود اس خبر کی اشاعت کرے گی، اور معاشرے میں محض بے چینی یا فتنہ و فساد پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کرے گی اور افواہوں کے مضر اثرات کی روک تھام کے لئے تمام ضروری اقدامات اٹھائے گی۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

''اور جب اُن کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ اس کو رسول اور اپنے اولوالامر کے پاس پہنچادیں تو وہ بات ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ بات تہہ تک پہنچ جائیں اور صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔'' (النساء:۴/۸۳)

اس آیت میں افواہیں پھیلانے کا شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور ذمہ دار شہریوں پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ کوئی افواہ سنیں تو ارباب حل وعقد کو اس سے آگاہ کریں، خود اس افواہ کو بیان کرکے نہ پھیلائیں۔ بلاوجہ سنی سنائی بات کو لوگوں میں بیان کرکے اس مقصد میں شریک نہ ہوں، جو کوئی بدکردار اور مجرمانہ ذہنیت رکھنے والا فرد افواہ پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا سنہری اُصول بیان فرمایا ہے، جو ایک دستوری ہدایت بھی ہے:

کفیٰ بالمرء اثما ان یحدث بکل ما سمع (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، حدیث:۴۳۶۱) گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انسان ہر سنی سنائی بات بیان کرنے لگے۔

قرآن حکیم اصلاحِ معاشرہ کے لئے جہاں ضروری ہدایات دیتا ہے، وہاں ایسی باتوں کا بھی قلع قمع کرتا ہے جو معاشرے کے پُرامن اور پرسکون ماحول کو بگاڑنے کا سبب ہوں۔

سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھئے، جو نہ صرف یہ کہ بے بنیاد باتوں کے پیچھے نہ لگنے کا حکم دے رہی ہے، بلکہ ذمہ داری کا شعور بھی بیدار کررہی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔

جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل سب کی بازپرس ہوگی۔ (الاسراء:۱۷/۳۶)

یعنی جس چیز کے بارے میں تمہیں کامل اطمینان اور پوری طرح علم نہ ہو تو محض اٹکل اور گمان کی بنا پر اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ تہمتیں، بدگمانیاں اور افواہیں سب ایک ہی قبیل کی برائیاں ہیں۔ ایک اچھے اور مہذب معاشرے کو ان برائیوں سے پاک ہونا چاہئے۔ اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، اس کی بنیاد باہمی تعاون، اعتماد اور حسن ظن پر ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی معاملے میں کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالنی چاہئے جو محض افواہ پر مبنی ہو، اور بدگمانی کی وجہ سے کسی کے بارے میں کوئی غلط بات نہ کہی جائے جس کی وجہ سے کسی فرد، جماعت، ادارہ یا طبقے کی عزت وشہرت کو نقصان پہنچتا ہو یا کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

سورۃ الحجرات میں امت مسلمہ کی اجتماعی اور شہری زندگی کے لئے ایک جامع ضابطۂ اخلاق پیش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں ان تمام برائیوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ وفساد برپا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا، طعن وتشنیع کرنا، لوگوں پر پھبتیاں کسنا، یا ان کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا، لوگوں کی غیبت کرنا، عیب جوئی کرنا وغیرہ۔ یہ سب وہ افعال ہیں جو صراحتاً گناہ ہیں اور معاشرے میں بگاڑ وفساد پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام برائیوں کو نام بنام ذکر کرکے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں سورۂ حجرات کی ایک آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۔

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو خوب

تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ (الحجرات: ۶/۴۵)

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی خبر یا اطلاع ناقابل اعتماد ذرائع سے آئے تو بغیر تحقیق وتصدیق اسے من وعن نہیں ماننا چاہئے، بلکہ خوب اچھی طرح اس کی تحقیق کرلینی چاہئے کہ آیا واقعی اس خبر میں کوئی صداقت ہے؟ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کامل اطمینان کے اگر کسی ردعمل کا مظاہرہ کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ سوائے رُسوائی اور ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔

مفسرین نے اس آیت کا جو پس منظر بیان کیا ہے وہ بھی اس مسئلے کی وضاحت کرتا ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگوں نے قبیلہ بنی المصطلق کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو غلط اطلاع دی تھی کہ اس قبیلے نے مرکز کے خلاف بغاوت کردی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے مرکز کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا ہے لیکن مدینہ منورہ کی جانب سے کسی کارروائی سے قبل خود اس قبیلے کے سردار حارث بن ضرار رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے تمام حقیقت بیان کی اور بتایا کہ اس قبیلے کے کسی فرد نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار نہیں کیا، اور نہ مرکز کی جانب سے بھیجے گئے محصّل کو کسی نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ دراصل قبیلہ بنوالمصطلق سے مخالفت رکھنے والے بعض افراد نے غلط اطلاعات پھیلا کر مرکز کو اس قبیلے کے خلاف کارروائی پر اُبھارنے کی کوشش کی تھی۔ اصل حقائق معلوم ہونے پر مرکز نے جو المصطلق کے خلاف کارروائی کا ارادہ موقوف کردیا۔ قرآن حکیم نے موقع پر یہ حکم دیا کہ اس قسم کی جب کوئی خبر یا اطلاع ملے تو ارباب حل وعقد کو چاہئے کہ اس کی خوب تحقیق کرلیا کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ حالات سے مغلوب ہوکر یا جذبات میں آکر کسی بے گناہ طبقے کے خلاف اقدام کر بیٹھیں جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منافقین اور یہودی افواہیں پھیلانے اور امت مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے انصار ومہاجرین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لئے علاقائی تعصب بھی اُبھارنے کی کوشش کی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان خوش گوار تعلقات اور اسلامی اخوت ومحبت نے مدینہ منورہ میں جو وحدت پیدا کردی تھی اس میں عبداللہ بن ابی کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ باہمی نفرت پیدا کرکے اپنی قیادت کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ غزوۂ بنومصطلق سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کے بارے میں عبداللہ بن ابی نے دھمکی آمیز الفاظ کہے تھے:

لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔

(المنافقون: ۸/۶۳) اگر ہم مدینہ لوٹ جائیں تو وہاں سے عزت والے لوگ بے حیثیت لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ان کی تمام تخریبی حرکات کو اپنی حکمت عملی اور بصیرت سے غیر مؤثر بناتے رہے۔ منافقین کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور سرگوشی کے انداز میں آپ سے باتیں کرتے۔ ان کی سرگوشیوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ عام لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی اور قریبی تعلقات ہیں۔ یہ تاثر پیدا کرکے وہ جو بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پھیلائیں گے عام لوگ اسے مان لیں گے۔

اسی طرح عام جگہوں پر کھڑے ہوکر سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے تھے، جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ کوئی خاص بات ہے جس کا صرف ان لوگوں کو علم ہے، یا شاید کوئی راز کی بات ہے جو انہیں معلوم ہوئی ہے۔ اس طرح

ذہنی اور نفسیاتی طور پر راہ ہموار کی جاتی تھی، تاکہ جب کوئی افواہ پھیلائی جائے تو لوگ اس پر یقین کرلیں۔ یہ لوگ خفیہ اجتماعات بھی کرتے تھے جس کا مقصد اپنی تخریبی پالیسیوں کا جائزہ لینا اور ان کو عملی شکل دینے کی تدابیر کرنا ہوتا تھا۔ قرآن حکیم نے منافقین کے خفیہ اجتماعات کے تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گناہ کے کاموں، ظلم و زیادتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے لئے اس قسم کے اجلاس کرتے تھے۔ منافقین کے اس طرز عمل کی وجہ سے قرآن حکیم نے سرگوشیاں کرنے اور رازداری کے انداز میں گفتگو کرنے پر پابندی لگادی، تاکہ یہ لوگ عام لوگوں میں کوئی غلط تاثر پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

قرآن کریم نے فرعون کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ بہت غرور میں مبتلا تھا، اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں میں نسلی امتیاز پیدا کرتا تھا، اور ان میں پھوٹ ڈال کر ان پر حکومت کرتا تھا:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ۔

فرعون نے زمین میں سر اٹھا رکھا تھا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کردیا تھا۔ اُن میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کردیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا، یقیناً وہ فساد برپا کرنے والوں میں تھا۔ (القصص: ۲۸/۴)

اس آیت مبارکہ میں فرعون کے بھیانک جرائم کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اُوپر ہم نے منافقین کی تخریبی حرکتوں کو بیان کیا ہے جن میں افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا بھی شامل ہیں۔ سورۂ بقرہ میں منافقین کی ان حرکتوں کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ۔ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کررہے ہیں۔ خبردار! یہی لوگ فسادی ہیں، مگر انہیں شعور نہیں۔ (البقرۃ: ۲/۱۱-۱۲)

فساد اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں:

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (البقرۃ: ۲/۲۰۵) اور اللہ تعالیٰ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔

اخلاقی نقطہ نگاہ سے غور کریں تو بھی افواہیں پھیلانا بہت گھٹیا اور مذموم حرکت ہے۔ اس لئے کہ غیبت کرنا، تہمتیں لگانا، جھوٹ بولنا، لوگوں کی کردار کشی کرنا اور تحقیر و تذلیل نہ صرف گناہ کبیرہ ہیں، بلکہ وہ برائیاں ہیں جنہیں تمام اخلاقی نظام غیر اخلاقی حرکت تصور کرکے رد کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ افواہیں پھیلانے میں ان تمام برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اسلام کا اخلاقی ضابطہ تو ایسے کردار کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد صداقت، امانت و دیانت داری، باہمی اخلاص و محبت، اعتماد اور عدل و انصاف پر ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر انسان فطرتاً اچھا ہے، بدگمانی گناہ ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو بلاوجہ تجسس اور عیب جوئی بھی جائز نہیں ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ قرآن و سنت کی رُو سے افواہیں پھیلانا، بے بنیاد خبریں شائع کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس قسم کی حرکتوں میں جو لوگ ملوث ہوں گے وہ جرم میں ملوث تصور کئے جائیں گے۔ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ قرآن و سنت میں جہاں اس قسم کی مذموم حرکتوں پر پابندی عائد کی گئی ہے، وہاں مملکت کے عام اور ذمہ دار شہریوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ بھی افواہوں کی روک تھام اور ملک و ملت کی سلامتی کے معاملات میں پورا پورا تعاون کریں۔

افواہوں کی روک تھام میں حکومت کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ خاص طور پر نشر و اشاعت کے وہ ادارے جو حکومت کی زیر نگرانی کام کررہے ہیں، مثلاً ریڈیو یا ٹیلی ویژن وغیرہ۔

(باقی .....صفحہ.....39.....پر)

ہندوستان کی تعمیر میں دارالعلوم دیوبند کا کردار

خورشید عالم داؤد قاسمی

انگریز سامراج نے جب شاہان مغلیہ کے آخری چشم و چراغ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر (1862-1775) کو گرفتار کر کے رنگون کے قید خانہ میں بھیج دیا، لال قلعہ پر ہندوستانی پرچم کی جگہ یونین جیک لہرانے لگا، حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں سے نکل کر ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھوں میں چلی گئی اور ملک کی باگ ڈور وقت کے فرعون انگریز کے قبضہ وقدرت میں آ گئی، اس وقت ہندوستان کے باشندے، وطن عزیز کی آزادی کے لئے کفن بردوش ہوکر میدان جہاد میں کود پڑے اور جان و مال، دولت و ثروت کی قربانی پیش کرنے میں کوئی دریغ نہیں کیا۔

وہ محبین وطن جنہوں نے وطن دوستی کا ثبوت دیا، ملک کی آزادی کے لئے اپنی جدوجہد شروع کی اور انگریزوں کو ہندوستان سے حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی، ہمیشہ برطانوی سامراج کے نشانے پر رہے۔ ان مجاہدین آزادئ ہند کے سرخیلوں میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (1879-1832) بانی دارالعلوم، دیوبند کا نام جلی حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔ مرحوم نے انگریز حکمرانوں کی سازش کو اپنی مومنانہ فراست سے بہت پہلے سمجھ لیا کہ یہ انگریز ہندوستانیوں کو غلام بنانے کے ساتھ ساتھ دین متین اور شریعت محمدی پر بھی وار کرے گا، لہٰذا آپ نے ان انگریزوں سے مقابلہ آرائی شروع کردی اور جہاں ملک کی آزادی کے لئے انگریزوں سے مقابلہ کیا، وہیں اسلام کی خاطر پادریوں سے مناظرہ بھی کیا، لیکن اس وقت ہندوستان کے مقدر میں آزادی میسر نہ ہونے کی وجہ سے ناکامی ونامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔ بھرنا کامی کو کامیابی میں اور شکست کو فتح میں بدلنے کے لئے ایک عربی مدرسہ دیوبند کی چھتہ مسجد میں چند رفیقوں کی معیت میں قائم کیا (جو بعد میں ازہر ہند دارالعلوم، دیوبند کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہوا)، تاکہ اس کے سایہ تلے ایسے جاں باز مجاہدین کی ٹیم تیار کی جائے جو ملک کی آزادی اور شریعت محمدی کی بقا وتحفظ کے لئے بے دریغ اپنے خون بہا سکے۔

رئیس التحریر مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے اوّلین طالب علم، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (1920-1851) کا قول احاطۂ دارالعلوم میں بیٹھے ہوئے دن میں نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ نے فرمایا: حضرت الاستاذ (حضرت نانوتوی) نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں کہ 1857ء میں ناکامی سے نجات اور اس کی تلافی کے لئے 1866ء میں، استاذ محترم نے دارالعلوم دیوبند کا قیام کیا۔ آخر میں ارشاد فرمایا: اپنے لئے تو اسی راہ کا انتخاب میں نے کیا ہے، جس کے لئے دارالعلوم، دیوبند کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ (مولانا محمد قاسم نانوتوی) نے قائم کیا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے آزادی ہند کی خاطر متعدد تحریکیں چلائیں۔ آپ کی مشہور تحریک تحریک ریشمی رومال تھی۔ پنجاب سی آئی ڈی کے ذریعے اس تحریک کا راز فاش ہونے کی پاداش میں بیت الحرام سے سنگینیوں کے سایہ میں لاکر، مالٹا کے قلعے میں نظر بند کئے گئے۔ تقریباً چار سال تک برطانوی سامراج کے ظلم و جور برداشت کر کے، مالٹا سے ہندوستان لوٹے، تو لوگوں نے آپ کو شیخ الہند کا معزز لقب دیا۔ آپ نے دارالعلوم میں طلبہ کو فنون سپہ گری سکھلانے کا بندوبست بھی کیا، ان کے سامنے جہاد کی فضیلتیں بھی بیان کیں اور وطن پر جان نثار کرنے کی ترغیب بھی دی۔ آپ کی اس عمدہ تربیت کے نتیجے میں ایسے ایسے مجاہدین نے دارالعلوم، دیوبند کی کوکھ سے جنم لیا جنہوں نے حریت ہند کے لئے اپنی رگ

جاں کے آخری قطرہ تک کو نچوڑ دیا، لیکن ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش تک نہ آئی۔

تحریک ریشمی رومال کیا ہے؟ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے انگریزی حکومت کے خلاف ایک مسلح انقلاب کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسلحے کی ضرورت پیش آئی، لہٰذا شیخ الہند اور ان کے رفقاء کار نے برطانیہ مخالف کچھ ممالک کا دورہ کیا۔ ان ممالک میں افغانستان، ترکی اور روس سرفہرست تھے۔ مختلف ممالک کے دورے کے دوران، حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء، خطوط کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے تھے۔ ایک خط جس میں انگریزوں سے لڑنے کے لیے رضا کاروں کی بھرتی اور ایک قومی حکومت کے قیام کا منصوبہ وغیرہ تھا وہ ریشمی رومال پر لکھ کر بھیجا گیا تھا، جو پنجاب سی آئی ڈی کو ہاتھ لگ گیا اور تحریک ناکام ہوگئی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ پوری تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہوئی، جب کہ برطانوی حکومت نے اپنی رپورٹ میں اس تحریک کو ریشمی رومال کی سازش قرار دیا تھا۔ اس تحریک کا راز فاش ہونے کے بعد، شیخ الہند گرفتار کر لئے گئے۔

اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے سپوتوں نے 1926ء میں کولکاتا میں منعقدہ جمعیۃ علماء ہند کی ایک میٹنگ میں، یہ اعلان کیا تھا کہ ہم اس جماعت کی حمایت کریں گے جو انگریزی حکومت سے مکمل آزادی کے حق میں ہوگی۔ پھر جمعیۃ کی اس میٹنگ کے تین سال کے بعد انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے لاہور کے اجلاس میں انگریز حکومت سے ہندوستان کی مکمل آزادی کو اپنے منشور میں داخل کیا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے فارغین اور شاگردان شیخ الہند کی ایک طویل فہرست ہے جو ہندوستان کو انگریزوں کے چنگل سے نکالنے کے لئے پیہم جدوجہد میں لگے رہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (1872-1944) جو آپ کے فیض یافتہ دست راست تھے، جن کو برطانوی حکومت کی رپورٹ میں، تحریک ریشمی رومال کا بانی بتایا گیا ہے، مسلسل آزادی کی جدوجہد میں لگے رہے، طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، جلاوطنی کی زندگی بسر کی، مگر ظالم و جابر انگریز کی غلامی اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو پسند نہیں کیا۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (1879-1957) امام حریت حضرت شیخ الہند کے تلمیذ بھی اور مالٹا کے رفیق بھی ہیں، آزادی کے لئے اس وقت تک کوشش کی، جب تک کہ اپنے گلے سے غلامی کا طوق نکال نہ پھینکا۔ آل انڈیا کانگریس کے اجلاس (منعقدہ کراچی) میں برطانوی حکومت کی پولیس اور فوج میں ملازمت کو حرام قرار دینے کی تجویز پیش کر کے انگریزی حکمرانوں کے خیمے میں آگ لگادی۔ پھر اس حق گوئی و بے باکی کے جرم میں، دو سال قید بامشقت کی سزا بھگتنی پڑی۔ یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ حضرت شیخ الاسلام اپنی جہادی پالیسی، سرگرم سیاست اور پرجوش خطابت کے نتیجے میں پچاسوں دفعہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنے پر مجبور کئے گئے۔

اس طرح ہندوستان کی آزادی میں دارالعلوم، دیوبند نے ایک اہم اور مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ سیکڑوں فارغین دیوبند نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ آزادی کی جدوجہد میں لگادیا۔ مگر آج افسوس اس بات پر ہے جس دارالعلوم، دیوبند نے ہندوستان کی آزادی و تعمیر میں اپنے جیالوں کا خون پانی کی طرح بہایا جس کے جیالے جیل کی سلاخوں کے پیچھے رات دن گزارے اور جس کے سپوتوں نے مادر وطن کو آزاد کرا کر ہی دم لیا، آج اس کی قربانیوں کو فراموش کر کے اس کے فرزندوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔

اس مضمون کا اختتام سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان (1890-1988) کے ایک بیان پر کرنا چاہوں گا۔ خان صاحب نے 1969 میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اس دورے میں وہ دارالعلوم دیوبند کی زیارت کے لئے دیوبند تشریف لائے تھے۔ اس موقع سے انہوں نے کہا تھا: میرا تعلق دارالعلوم دیوبند سے اس وقت سے ہے، جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ باحیات تھے۔ یہاں پر بیٹھ کر ہم لوگ تحریک آزادی کے سلسلے میں منصوبہ بندی کرتے تھے کہ کیسے ہم انگریزوں کو اس ملک سے بھگائیں اور کس طرح ہندوستان کو برطانوی غلامی سے آزاد کرائیں؟ اس ادارہ نے اس ملک کی آزادی کے لئے عظیم خدمات پیش کی ہیں۔ ○○

حج عبادت ہے اور فضیلت بھی

حافظ ساجد انور

حج بیت اللہ کے لئے اللہ کے مہمان پوری شان اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دَر پر حاضری دیتے ہیں۔ بلاشبہ بیت اللہ کی سعادت عظیم سعادت ہے۔ مسلم، عاقل، بالغ اور استطاعت رکھنے والے مرد وخواتین پر اس کی فرضیت مسلم ہے، البتہ خواتین کے لئے محرم کی موجودگی بھی شرط ہے۔

حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے خوش نصیب عموماً اس کی تیاری کے لئے ساز وسامان، احرام اور سفر سے متعلق اُمور کو انتہائی اہمیت دیتے ہیں، جن کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بنیادی اہمیت کے حامل اُمور کی طرف توجہ مبذول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ذیل میں ان اُمور کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

نیت کا استحضار

نیت قصدالقلب، یعنی دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ نیت عمل کے ذریعے اللہ کی اطاعت اور قربت حاصل کرنے کا نام ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات میں جابجا نیت کی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے۔ حدیث النیات میں بھی متوجہ کیا گیا کہ اعمال کی قبولیت عنداللہ کا دارومدار نیت کی درستی پر ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی صراحت ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ (بخاری، بدء الوحی، حدیث: ا، عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

گویا کہ نیت کا بنیادی مقصد عادت اور عبادت میں تمیز کرنا ہے۔ اسی طرح نیت کے پیش نظر ایک عبادت کو دوسری عبادت سے ممتاز بھی کیا جاتا ہے۔ آج دین سے دوری کے اس عالم میں عبادات بھی روایت بن گئی ہیں، پھر رسم و رواج کی صورت اختیار کرگئی ہیں۔ چنانچہ ان اہم عبادات اور فریضہ کی ادائیگی کے لئے جاتے وقت صرف رضائے الٰہی کی نیت کی جائے، اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھا جائے اور اپنے گناہوں کی بخشش کروانے کی سعی کی جائے۔

ریا سے اجتناب

شیطان نے اولاد آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کا عزم کررکھا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ۔ (اعراف: ۷/ ۱۷)

پھر میں آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے گا۔

یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ شیطان کبھی بھی تمام انسانوں کی گمراہی کے لئے یکساں اسلوب اختیار نہیں کرتا بلکہ ہر فرد کو اس کی مرغوبات نفس اور گمراہی کے اسباب کے مطابق ہی گمراہ کرتا ہے۔ بھیس بدل بدل کر اور نئے رُوپ میں آکر گمراہی کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ کبھی شیطان نیکوکاروں کو ان کی عبادت پر غرور کرنے، اوروں کو حقیر سمجھنے اور دکھاوے کے ذریعے گمراہ کردیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ: میں تمہاری بابت سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ چھوٹا شرک ''ریا'' ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ریاکاری'' قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو ریاکاروں سے اللہ فرمائے گا ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں اعمال کرتے تھے اور دیکھو کیا تم ان کے پاس کوئی صلہ پاتے ہو۔

(مسند احمد، حدیث : ۲۳۶۳۰) ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب الحزن کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ اس میں وہ لوگ ڈالے جائیں گے جو نیکی محض لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

ان احادیث میں ہمارے لئے وعید ہے خصوصاً جب سے موبائل فون اور کیمرے کا استعمال بڑھا ہے، عمرہ وحج کے مناسک کی ادائیگی کے دوران بھی کئی حاجی صاحبان ان کا استعمال کرتے ہیں جس سے پرہیز ضروری ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی

اس سفر مقدس سے پہلے اس بات کا التزام کرنا چاہئے کہ جن لوگوں کی حق تلفی کی گئی ہو ان کے حق کی ادائیگی کی جائے اور ان سے معافی تلافی کرلی جائے تاکہ یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہوسکے۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمے کسی کے معاملات ہوں یا فرضہ ومیراث کی ادائیگی باقی ہو تو تمام تر حسابات بے باق کرلئے جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ (صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی دانست کے مطابق فرمایا) ہم مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں، دنیا کا ساز وسامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مراد اس وقت وہ مفلس نہیں۔ میری مراد وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے اعمال میں نمازیں، روزے، عبادات لے کر آئے، لیکن لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کی نیکیاں لوگوں میں تقسیم کردی جائیں اور لوگوں کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دیئے جائیں۔ حقیقی مفلس وہ شخص ہوگا (ترمذی، ابن ماجہ) چنانچہ ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی کرکے اپنے اعمال کے اجر وثواب کی حفاظت کرنی چاہئے۔

حلال کا اہتمام

رزق حلال کے بغیر نہ کوئی دُعا قبول ہوتی ہے اور نہ عبادت کو شرف قبولیت ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا تذکرہ فرمایا جو دور دراز کا سفر کرکے جائے۔ اس کے بال پراگندہ، منتشر، تھکاوٹ کے آثار غالب ہوں اور وہ اخلاص وعاجزی کا پیکر بن کر بارگاہ الٰہی میں خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر ہاتھ اٹھائے اور دُعائیں مانگے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اس کی غذائیت حرام، پس اس کی دعا کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ (مسلم)

لہٰذا حرام مال کی آمیزش سے اجتناب انتہائی ضروری ہے، وگرنہ عبادات کا اجر وثواب کبھی حاصل نہ ہوگا۔ عبادت مکمل توجہ کے ساتھ ہو۔ ہر عبادت میں خشوع وخضوع اور عجز وانکساری مطلوب ہے اور پھر حج بیت اللہ کی عبادات تو فقر، عجز اور درویشی کا ایسا کامل اظہار ہیں کہ جس میں سب ایک ہی طرح کے لباس، یعنی احرام میں ملبوس ہوں۔ وہ لباس سلا ہوا نہ ہو۔ مردوں کے سر پر کوئی چادر ٹوپی وغیرہ نہ ہو۔ سب کی صدا لبیک اللھم لبیک ہو۔ بلاشبہ یہ عجز وانکساری کا کامل نمونہ اور توجہ وانابت کا مکمل مظہر ہے۔ لہٰذا عبادت کی طرف توجہ اور خشوع وخضوع کا اظہار مقصود ہو۔

مناسک حج کی تربیت

حج کی تعلیمات مناسک اور احکام و آداب کو سیکھنے کے لئے مستند کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے وزارت مذہبی اُمور اور بعض پرائیویٹ حج ٹور آپریٹر تربیتی پروگرامات کا انعقاد کرتے ہیں۔ ان میں شرکت کی جائے اور بھرپور استفادہ کیا جائے۔ اگر شرعی اُمور کی سمجھ نہ آئے اور بعض وضاحت طلب اُمور ہوں تو علماء سے رجوع کرکے علمی رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس حوالے سے مختلف اداروں کی ویڈیوز بھی دستیاب ہیں جن سے استفادہ مفید ہوتا ہے۔

(باقی .....صفحہ.....39.....پر)

محترمہ ریحانہ سعید

ماں کا دودھ اور نومولود کی صحت

قدرت کی طرف سے ماں کا دودھ ایک نعمت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ خواتین کی چھاتیوں میں کسی اور وقت دودھ نہیں اُتر سکتا، البتہ جب ان کے ہاں ولادت ہوجاتی ہے تو چھاتیوں میں دودھ اترتا ہے اور یہ نعمت نومولود کو حاصل ہوتی ہے۔

خواتین جب حاملہ ہوجاتی ہیں تو اس دوران ان کے وہ ہارمون تیار ہوجاتے ہیں، جو دودھ تیار کرتے ہیں۔ پیدائش کے بعد اور آنول نال کٹنے کے بعد بہت سے ہارمونوں کی سطح گر جاتی ہے۔ پھر دوسرے ہارمون ان سے جڑ جاتے ہیں اور دودھ تیار ہونے لگتا ہے، جو نومولود کے لئے ایک مکمل غذا ہوتی ہے۔

ایک ماہر کا کہنا ہے کہ دوسرے تمام دودھ کی نسبت انسانی دودھ بچوں کے لئے بے حد مفید ہے اور اس کے اجزا ان کے لئے نہایت مناسب ہوتے ہیں۔ پیدائش کے بعد چند ابتدائی مہینوں میں بچوں کو اس کے علاوہ کوئی دوسرا دودھ نہیں دینا چاہئے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ابتدا میں پستانوں سے نکلنے والا دودھ مقدار میں کم ہوتا ہے، لیکن نومولود کے لئے غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس میں لحمیات (پروٹینز) اور معدنیات (منرلز) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اس میں ایسے اجزا بھی ہوتے ہیں، جن سے قوت مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ابتدا میں پستانوں سے اُترنے والا دودھ پیلا ہوتا ہے اور عام طور پر دستیاب دودھ سے مختلف ہوتا ہے۔ بہرحال یہ نومولود کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اس کی رنگت چند روز بعد معمول پر آجاتی ہے۔

بچے کو دودھ پلانا خود ماں کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ اس کے بہت فوائد ہیں۔ نولود اسے آسانی سے پی لیتا ہے۔ اس دودھ کا درجہ حرارت انتہائی مناسب اور موزوں ہوتا ہے۔ یہ تازہ ہوتا ہے اور اس میں بیکٹر یا نہیں ہوتے، بلکہ اس میں ایسے ضدِ اجسام (Antibodies) ہوتے ہیں جو نومولود کو بیکٹر یا اور وائرس سے محفوظ رکھتے ہیں، اس کے علاوہ یہ دودھ تعدیے (انفیکشن) سے محفوظ رکھتا ہے۔ ماں کے دودھ میں لیکٹوفرین (Lactoferin) بھی ہوتا ہے، جو ای-کولائی (E-Coli) نامی جرثومے کی پیدائش کو روکتا ہے، جس سے نومولود کو بہت سی بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں۔ چھاتی سے دودھ پلانے پر رحم (Uterus) کی پیچیدگیاں بھی دور ہوجاتی ہیں اور وہ اپنی اصل حالت پر واپس آجاتا ہے۔ رحم سکڑ جاتا اور پیدائش کے بعد ہونے والا اخراجِ خون رک جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زچہ کو چھاتی اور رحم کا سرطان بھی نہیں ہوتا۔

ماں کا دودھ نولود کو اچھی طرح سے ہضم ہوجاتا ہے، جب کہ گائے کے دودھ سے نومولود کو الرجی بھی ہوسکتی ہے۔ بچے کو دودھ پلانے کے بعد ماں کو قدرتی طور پر روحانی خوشی اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ خوشی ماں سے بچے میں بھی منتقل ہوجاتی ہے۔ ماں کے دودھ سے نومولود کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ماں اگر مناسب غذائیں کھاتی رہے تو بچے کو دودھ کی مستقل فراہمی ہوتی رہتی ہے۔ پیدائش کے وقت نومولود کا وزن کم ہوتا ہے، لہٰذا اسے ضمیمے بھی دینے چاہئیں۔ اگر ماں کو کوئی تعدیہ یا بیماری ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نومولود کو اپنا دودھ نہ پلائے۔ ماں کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ پیدائش کے مرحلے سے گزرنے کے دوران اسے جو ادویہ کھانی پڑ رہی تھیں ان کا اثر دودھ پر نہ پڑ گیا ہو۔ ادویہ کے علاوہ کیفین اور منشیات بھی دودھ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کا اثر نومولود پر بھی پڑتا ہے۔

ماں کا دودھ نومولود کے لئے ایک مکمل غذا ہے، اس لئے کہ اس میں لحمیات (پروٹینز)، چکنائی، حیاتین (وٹامنز) اور نشاستہ (کاربوہائڈریٹ) ہوتا ہے۔ اس میں قوت مدافعت بڑھانے والے اجزا بھی ہوتے ہیں۔ دودھ میں شامل چربیلے تیزاب

(Fatty Acids) دماغ، آنکھوں اور اعصابی نظام کو تقویت دیتے ہیں، یہ مٹاپے اور دمے کے خدشات کو بھی کم کرتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قدرتی طور پر چھے ماہ بعد دودھ مختلف ہوجاتا ہے۔ ابتدا میں جو دودھ وہ بچے کو پلاتی ہے، اس میں لیکٹوس (قندِ شیر) اور پانی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، مگر بعد میں قدرتی طور پر چکنائی کی مقدار زیادہ ہوجاتی ہے اور حراروں (کیلوریز) میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، لہٰذا بچے کا پیٹ بھر جاتا ہے اور اسے طمانیت محسوس ہوتی ہے۔ اس سے ماں کا دودھ ہر اعتبار سے نومولود کی ضرورت کے مطابق ایک مکمل غذا ہے۔

ماں کے لئے اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں ہے کہ وہ نومولود کو اپنا دودھ پلائے۔ وہ مائیں جو ایسا نہیں کرتی ہیں، خود ان کی اور نومولود کی صحت بھی خراب رہتی ہے۔ پیدائش کے وقت سے ماں کو ذہنی طور پر اس عمل کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اسے خاندان کا تعاون بھی حاصل ہونا چاہیے، کیونکہ اس کے لئے سارے گھر کو سنبھالنے کے ساتھ نومولود کی دیکھ بھال بھی کرنا قدرے دشوار ہوتا ہے۔ وہ مائیں جو نومولود کو اپنا دودھ پلاتی ہیں، انہیں تنہائی اور سکون میسر ہونا چاہیے۔ اہل خانہ کو چاہیے کہ وہ نہ صرف ماں کی صحت کا خیال رکھیں، بلکہ اس کے آرام و سکون کا بھی بندوبست کریں۔ وہ مائیں جو کسی وجہ سے نومولود کو اپنا دودھ نہ پلاسکیں، وہ اس معاملے میں اپنے معالج سے ضرور رجوع کریں۔ ○

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپے اور سالانہ خریداری -/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کارِ خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کرسکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : کیا توبہ کی قبولیت کے لئے کسی خاص شخص کے پاس جانا ضروری ہے، ایک شخص نے چند لوگوں کی موجودگی میں ایک عالم کے پاس جاکر اپنی سابقہ زندگی پر نادم ہوکر توبہ کرلی، تو کیا یہ کافی نہیں ہے؟

ج : اگر کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہوگیا ہے تو اس کی توبہ کی شرطیں یہ ہیں کہ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے، آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر توبہ کرے، گناہ اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو ایک مزید شرط یہ بھی ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق دینے کے بعد اوپر والے عمل کرے، اس طرح کسی خاص شخص کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، لیکن اگر کسی نے کوئی بڑا گناہ کیا جس کی وجہ سے اس کا بائیکاٹ کردیا گیا، تو آخرت کی معافی کے لئے صرف اوپر والی شرائط کافی ہوں گی، اور جن ذمہ داروں نے بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا ان کے سامنے کرے یا الگ توبہ کی تھی تو بائیکاٹ کرنے والوں کو مطمئن کرے، ذمہ داروں کو بھی چاہئے کہ جب اس کے توبہ کرلینے کا یقین ہوجائے تو بائیکاٹ ختم کردیں۔ (فتح الملہم: ۵/۳۵۵، ۳۵۶، رحیمیہ: ۶/۳۲۱ تا ۳۲۳)

س : بڑی بہن کی لڑکی اور چھوٹی بہن کا لڑکا ہے، اور چھوٹی بہن کے لڑکے کو بڑی بہن نے دودھ پلایا ہے، لڑکا اپنی خالہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا شرعاً جائز ہے؟

ج : جس لڑکے کو خالہ نے دودھ پلایا ہے وہ لڑکا اپنی اس خالہ کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لئے کہ وہ سب اس کی رضاعی بہنیں ہیں اور جس طرح سگی بہنوں سے نکاح کرنا جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بہنوں سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ قال تعالیٰ: "واخوتکم من الرضاعة" الایه۔ (ہدایہ: ۲/۵۵۱)

س : اسکولوں میں ۵ ستمبر کو ٹیچرس ڈے منایا جاتا ہے، اس موقع پر طلباء اپنے اساتذہ کو چھوٹے چھوٹے تحفے مثلاً قلم عطر وغیرہ دیتے ہیں اور کچھ کھلاتے پلاتے ہیں تو یہ تحائف لینا اور دعوت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

ج : اپنے اساتذہ کا احترام کرنا شرعاً بھی طلباء پر لازم ہے، ان کے ساتھ ادب سے پیش آئیں، اور ان کو خوش رکھیں، سال میں صرف ایک دن مقرر کرکے اس میں اساتذہ کی عزت افزائی کرنا، خواہ سال کے باقی ایام میں بالکل ہی ان کا ادب ملحوظ نہ رکھا جائے مغربی تہذیب کا حصہ ہے اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، رہا تحفہ یا دعوت قبول کرنا تو احادیث میں دونوں پر ابھارا گیا ہے۔ "تهادو و تحابوا اذا دعی احکم الی طعام : فلیجب الحدیث" لیکن اس موقع پر دونوں چیزیں رسم اور دباؤ کے تحت ہوتی ہیں، اس لئے غیر قوموں کی نقالی سے بچنے کے لئے ان سے احتراز کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

س : زید فجر کی نماز میں امام کے پیچھے مقتدی تھا، دوسری رکعت میں اس نے رکوع نہیں کیا نہ اس کی رکوع کی خبر ہوئی، جب دوسرے مقتدی سجدے میں گئے تو زید بھی سجدہ میں گیا، امام نے نماز پوری کرلی، امام کے ساتھ زید نے بھی سلام پھیر دیا، اب زید کی نماز ہوئی یا نہیں، احتیاطاً اس نے اعادہ کرلیا تھا؟

ج : صورت مسئولہ میں زید "لاحق" تھا، لاحق اس کو کہتے ہیں جو ابتداء سے امام کے ساتھ شریک ہو، لیکن سوجانے یا کسی دوسرے سبب سے درمیان کا کچھ حصہ چھوٹ جائے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ پہلے چھوٹی ہوئی رکعت مکمل کرے، پھر بقیہ نماز میں امام کے ساتھ شامل ہوجائے، اس کو سجدہ سہو کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ زید نے چھوٹے ہوئے حصہ کی تکمیل نہیں کی تھی اس لئے اس نے نماز کا اعادہ کرکے صحیح کام کیا، امام کے پیچھے والی نماز میں اس کی ایک رکعت رہ گئی تھی۔ (ہندیہ: ۱/۹۲، شامی: ۱/۴۴۰)

میں نے کیوں اسلام قبول کیا؟

گمراہی سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آنے والی راہبہ کی کہانی

روزی میری خالہ زاد بہن پختہ عقیدہ کی کیتھولک عیسائی تھی۔ چرچ کے ایک اسکول میں ٹیچر تعینات تھی۔ اس نے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بہت خدمات انجام دی تھیں جس کے عوض اسے پرنسپل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ روزی عیسائیت پر پختہ ایمان رکھتی تھی جب بھی ہمارے گھر آتی عیسائی مذہب کی خصوصیات بیان کرتی۔ مجھے کہا کرتی: اپنی زندگی پاک مریم کے لئے وقف کردو۔ اس دنیا کے جھمیلوں سے نجات حاصل کرکے تارک الدنیا ہوجاؤ۔ اس طرح تمہیں دائمی سکون میسر آجائے گا۔ وہ مجھے پاک مریم کی زندگی کے بارے میں ایسی کہانیاں سناتی جو بے حد حیران کن تھیں اور میں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوتی تھی۔ مجھے اکثر محسوس ہوتا کہ روزی ٹھیک کہہ رہی ہے مجھے زندگی کی تلخیاں بھلانے کے لئے دنیا ترک کردینی چاہئے اور بطور راہبہ زندگی گزارنی چاہئے۔ میں غور وفکر کرتی رہی ایک روز حتمی فیصلہ کرلیا کہ میں تارک الدنیا ہوکر خود کو چرچ کے لئے وقف کردوں گی۔ خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مقصد بنالوں گی۔

میں نے جب اپنی ماں پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ حیران رہ گئیں۔ اصل میں وہ ایک اچھے عیسائی خاندان میں میری شادی طے کرچکی تھیں۔ تارک الدنیا ہوکر اور بطور راہبہ زندگی اپنالیتی تو ان کا خواب ٹوٹ جاتا، اس لئے انہوں نے شدت کے ساتھ میری مخالفت کی اور مجھے سختی سے ڈانٹ دیا۔ ماں نے زور دے کر کہا: تمہیں روزی کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔ عام لڑکیوں کی طرح زندگی میں دلچسپی لینی چاہئے۔ انہوں نے بتایا: تارک الدنیا بن جانا عیسائیت کی تعلیمات کی صریح نفی ہے۔ لڑکیوں کو ورغلا کر پادری انہیں اپنا مطیع اور تابعدار بنالیتے ہیں اور پھر انہیں ہر طرح کے اچھے برے کاموں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی، اس لئے گھر کے تمام افراد بے پناہ محبت کرتے تھے لیکن میری ماں مجھے سب سے زیادہ چاہتی تھیں، انہوں نے مجھے روزی سے ملاقاتیں کرنے سے منع کردیا۔ انہیں گمان تھا کہ روزی مجھے ترک دنیا پر اکساتی رہے گی لیکن ایک دن ہم سب لوگ یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے کہ روزی نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ہمارے خاندان کے افراد کو پہلے تو خبر پر یقین نہیں آیا لیکن جب ہم نے اس کی تصدیق کی تو بات سچ نکلی۔ ایک سے زائد لوگوں سے پتہ چلا کہ روزی فی الواقع دائرہ اسلام میں داخل ہوچکی ہے۔ میری ماں روزی کے اسکول پہنچ گئیں اور وہاں جاکر تصدیق کی تو وہاں نہ صرف حقیقت حال سامنے آئی بلکہ یہ بھی پتہ چلا کہ اسے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ملازمت سے برطرف بھی کردیا گیا ہے۔

میں اور میری والدہ روزی کے گھر گئے جہاں وہ کچھ برقع پوش مسلم خواتین کے ساتھ موجود تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہمیں اچانک دیکھ کر روزی گھبرا جائے گی اور ممکن ہے ہمارے سامنے آنے کی بھی ہمت نہ کرے لیکن ہم دونوں ششدر رہ گئیں جب روزی نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ میں سمجھتی تھی یہ روزی جو مجھے عیسائیت کی اندھی عقیدت میں مبتلا کرتی رہی تھی وہ مجھ سے آنکھیں ملانے کی جرأت نہ کرسکے گی۔ مجھے

راہبہ بنانے کی دن رات ترغیب دینے والی خود عیسائیت ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی۔ جوں جوں یہ سوچتی میرے حیرت اور استعجاب میں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔ ہم سب لوگ حیرت زدہ تھے۔ جب روزی کو دیکھا اور اس کے چہرے پر میری نظر پڑی تو یقین جانئے وہ بے حد شگفتہ اور نورانی نظر آیا۔ لگتا تھا اس کے چہرے سے نور نکل رہا ہے۔ میں زندگی میں کئی بار روزی کو دیکھ چکی تھی مگر وہ آج ہمیشہ سے زیادہ حسین نظر آئی۔ ایک ایسی حسینہ جس کے بشرے سے ہویدا تھا کہ دنیا میں اس جیسا حسین کوئی بھی نہیں۔ اس کے ساتھ جو دوسری مسلمان لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے قدرتی طور پر بے ساختہ انداز میں روزی سے سوال کیا: اری تمہارے چہرے پر یہ اتنا نور کہاں سے آ گیا؟ اس کا جواب تھا: یہ اسلام کا نور ہے۔ میں جب عیسائی تھی خود بھی کئی بار محسوس کیا تھا کہ میرے چہرے پر نسوانی رونق نام کی کوئی چیز نہیں مگر جب سے اسلام قبول کیا ہے مجھے خود محسوس ہو رہا ہے کہ میرے چہرے پر تاریکی کے بجائے نور چھا گیا ہے۔ چاروں طرف مجھے ظلمت کے بجائے روشنیاں ہی روشنیاں نظر آنے لگی ہیں۔

روزی کی زندگی میں جو تبدیلی آئی تھی اس سے پورا خاندان حیرت کے ساتھ ساتھ خوف اور پریشانی کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ میں اور میری والدہ قدرتی طور پر یہ جاننے کے لئے بے تاب تھیں کہ یہ کایا پلٹ کیوں کر ہوئی۔ روزی کی زندگی میں یکدم اور یکسر تبدیلی رونما ہوئی تو آخر کیسے ہوئی؟ ہم نے روزی سے پوچھا کہ وہ عیسائی سے مسلمان کس طرح ہو گئی؟ اور اپنا آبائی مذہب جس کی وہ جنون کی حد تک دلدادہ تھی کیوں تبدیل کرنے پر آمادہ ہوئی؟ ہم نے تو اسے بار بار دیکھا کہ جس مجلس میں جاتی عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے تھکتی نہ تھی اس کی یہ خواہش ہوتی کہ اس کے جاننے والے تمام مرد و زن حلقہ بگوش عیسائیت ہو جائیں۔ اس نے ہماری بے تابی اور حیرت ختم کرنے کی کوشش میں اپنی کہانی بیان کی اور بتایا کہ اسلام میری زندگی میں آہستہ آہستہ داخل ہوا۔ میں وہ مسافر ہوں جس نے دھیمے دھیمے چل کر منزل اسلام تک رسائی حاصل کی ہے۔ یہاں تک کہ اس سفر میں مجھے کسی بھی مرحلے پر یہ احساس نہ ہوا کہ میری دنیا بدل رہی ہے اور اندھیروں کو ترک کر کے اجالوں کی دنیا میں داخل ہو رہی ہوں۔

روزی بتا رہی تھی، کبھی کبھار کوئی معمولی سی بات بھی زندگی کا رخ بدل دیتی ہے۔ ہوا یہ کہ ایک روز خواتین ٹیچرز کا ایک وفد چرچ کے اسکول میں وزٹ پر آیا۔ میں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔ چرچ کی انتظامیہ نے ان کی ضیافت کا اہتمام کیا تھا مگر ان ٹیچرز میں سے ایک نے کھانے میں شرکت سے انکار کر دیا۔ جب میں نے اسے کھانے کی میز پر چلنے کے لئے کہا تو اس نے اپنی ''مجبوری'' بیان کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ وہ اصل میں مسلمان ہے اور صرف حلال ذبیحہ ہی کھاتی ہے اور حرام (غیر ذبیحہ) کھانا کھانے سے اس کے دین نے سختی کے ساتھ منع کیا ہوا ہے۔ یہ جان کر مجھے حیرت ہوئی اور اپنی خالہ زاد کو بتایا کہ وہ نہیں جانتی حلال اور حرام میں کیا فرق ہے۔ حلال کسے کہتے ہیں اور حرام کیا ہوتا ہے؟ میں اس الجھن کو سلجھانا چاہتی ہوں کہ ایک ہی کھانا قابل قبول اور نا قابل قبول کیونکر قرار پاتا ہے۔ مجھے اس جانکاری میں مدد کرو۔ خالہ زاد نے حامی بھری مگر ابھی وہ ذرائع کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ مجھے خیال آیا کیوں نہ اس مسلمان ٹیچر ہی سے رابطہ کر کے حقیقت حال معلوم کی جائے۔ اس سے رابطے کی خواہش کا اظہار کیا جو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر لی گئی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا رابطہ ہوا۔ پھر ملاقاتوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور مجھے راہ نجات حاصل ہونے کی سبیل پیدا ہو گئی۔ خاتون مسلم ٹیچر کا نام زاہدہ تھا۔ اس ٹیچر کے ساتھ دوستی روز بروز مستحکم اور مخلص سے مخلص تر ہوتی چلی گئی۔ میرا یہ معمول بن گیا جب کبھی فرصت ملتی زاہدہ سے ملنے چلی جاتی اور جب زاہدہ کو وقت ملتا وہ بھی مجھے ملنے کے لئے آ جاتی تھی ہم دونوں ایک

دوسرے سے گفتگو کے ذریعے اسلام کے اوصاف پر روشنی ڈالتے۔

میں اس بات پر حیران تھی کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عیسائیوں کے مقابلے میں زیادہ احترام کرتے ہیں اور بائبل کو خدا کی نازل کردہ کتاب مانتے ہیں۔ تمام مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پاک مریم علیہا السلام کو معصوم عن الخطا تسلیم کرتے ہیں جب کہ عیسائیوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر اسلام کی شان میں کھلے عام گستاخیاں کرتے ہیں اور وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ اخلاقی پہلو میرے لئے بے حد متاثر کن تھا اور جب تثلیث کا مسئلہ سامنے آیا اور زاہدہ نے نہایت مدلل انداز میں اسے باطل ثابت کردیا تو مجھ پر شرح صدر ہوگیا کہ عیسائیت ایک خیالی مذہب بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کے ساتھ اس کا تقابل نہیں کیا جاسکتا۔

میرے ذہن میں طلاق کا مسئلہ اس طرح آیا کہ اس حوالے سے اسلام پر میرا یقین بہت پختہ ہوگیا۔ میں نے جان لیا کہ حقوق نسواں کی حفاظت اگر کسی مذہب میں ہوسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ ایک مطلقہ کو بھی باعزت زندگی گزارنے کا حق صرف اس کھرے اور سچے دین ہی نے عطا کیا ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو مطلقہ کے حقوق متعین کرتا ہو اور سماج پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہو کہ مطلقہ کو بھی نئے سرے سے زندگی شروع کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مطلقہ خاتون کو عام طور پر گری ہوئی نظروں سے دیکھا جاتا ہے جو جہالت کی علامت ہے بلکہ میں اگر ظلم بھی کہوں تو بے جا نہ ہوگا لیکن اسلام نے طبقاتی کشمکش اور امتیاز کے راستے بند کردیئے ہیں۔ مطلقہ کو عقد و مناکحت کی کھلی اجازت عطا کر رکھی ہے۔

موجودہ ترقی یافتہ دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب نہیں جو اس درجہ جامع ہو اور جس میں مطلقہ کو سماج میں تحقیر سے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا گیا ہو۔ اسی طرح اسلام نے بیوہ کو وقار اور عزت کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنے کا موقع عطا کیا ہے۔ ایک بیوہ شوہر کی وفات کے بعد عدت کی میعاد گزارنے کے بعد نئی ازدواجی زندگی گزارنے کی پوری طرح مجاز ہے۔ اسلامی معاشرے میں بیوہ سے شادی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اسے باعث اجر ٹھہرا کر اس میں عجیب روحانی کشش پیدا کردی ہے۔ نفرت کی جگہ عزت و توقیر کی یہ عطا صرف اسلام ہی کا حصہ ہے جس کی حقانیت میں اس حوالے سے بھی کوئی کلام نہیں۔

روزی نے جب مجھے اور میری والدہ کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو قدرتی طور پر ہمارے اندر بھی تجسس کا جذبہ پیدا ہوا۔ روزی نے جب اپنی مسلم سہیلیوں کے ساتھ ہمارا تعارف کروایا تو ہمیں اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کا سماج عیسائی سماج کے مقابلے میں کئی گنا مہذب اور با اخلاق ہے۔ روزی نے اسلام کو سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ کتابیں دیں۔ یہ اسلامی کتابیں اسلامی موضوعات کے تحت اس دین کو سمجھنے میں ہمارے لئے بہت معاون ثابت ہوئیں۔ میں اور میری والدہ روزی سے ملنے کے لئے ذہن میں یہ مقصد لے کر گئی تھیں کہ اسے سمجھائیں گے اور عیسائیت میں دوبارہ لے آئیں گے لیکن روزی نے جس پختہ عقیدے کا اظہار کیا تھا اس سے ہمیں اندازہ ہوگیا کہ روزی کا پھر عیسائیت کے دائرے میں آجانا ممکن نہیں رہا۔ ایک مرحلے پر میری والدہ نے جب روزی سے یہ کہا کہ وہ اگر اپنے آبائی مذہب عیسائیت میں واپس آجائے تو پورا خاندان اسے گلے لگالے گا اس پر روزی کا جواب تھا کہ وہ اپنی جان نثار کرسکتی ہے مگر اب اسلام سے روگردانی نہیں کرسکتی۔

روزی کی دی ہوئی کتابیں ہمارے مطالعے میں تھیں۔ انہیں پڑھ کر معلوم ہوا کہ اسلام محض رسومات یا عبادت کا مذہب نہیں بلکہ یہ ایک ایسا جامع مذہب ہے جس میں زندگی کے سارے تقاضوں کا حل اور مداوا کماحقہٗ انداز میں موجود ہے۔ اس مذہب کا کمال یہ ہے کہ کرۂ ارض پر بسنے والے لوگ اسے اپنی زندگی میں اختیار کرسکتے ہیں یہ مذہب مقامی ایشوز پر مبنی نہیں بلکہ یہ آفاقی ایشوز کا احاطہ کرتا ہے۔ ہر رنگ و نسل کے لوگ

اس شجر سایہ دار کے نیچے آرام اور آسائش حاصل کرتے ہیں جب کہ دنیا کے دیگر مذاہب وقتی تقاضوں کی بنیاد پر اپنی ایک الگ ہیئت کے مظہر ہیں جب یہ تقاضے ختم ہوتے ہیں تو یہ عذاب بھی معدوم ہوجاتے ہیں لیکن اسلام چونکہ آفاقی مذہب ہے اس کا وجود ابتدائے آفرینش سے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ وقتاً فوقتاً اس مذہب کی تبلیغ کیلئے پیغمبر آتے رہے۔ وقتی اور عصری ضرورت کے لئے مذاہب کے تدریجی مراحل پورے ہوگئے ہیں اب یہی مذہب ہے جو آخر تک قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ زمین شق ہوجائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا۔

ایک روز ایسا حسین اور روح پرور اتفاق ہوا جب فکر ونظر کا نیا آفتاب وماہتاب ہمارے ذہنوں میں بھی طلوع ہوگیا۔ روزی مجھے اور میری ماں کو ایک مذاکرے میں لے گئی جہاں مسلمان خواتین جمع تھیں۔ موضوع تھا ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک یوم ولادت'' یوں سمجھئے کہ ایک جشن کا سماں تھا جس میں ہم شامل ہوئے اور اس نے ہماری تقدیر بدل ڈالی تاریخ کی بہت سی کتابیں پڑھ کر ہمیں پیغمبر اسلام کی زندگی کے بارے میں اتنی معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں جتنی معلومات اس جشن میں شامل ہوکر ہمیں ودیعت ہوگئیں، ہماری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ زمین وآسمان میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محترم کوئی شخصیت موجود نہیں ہے اور یہ کہ اسلام فی الواقع پوری دنیا کے لئے رحمت کا خزینہ ہے۔ اس دوران میں روزی کے تبدیلی مذہب سے پیدا ہونے والی تمام ناخوشگواریاں ختم ہوگئیں ہم پھر سے محبت کے مضبوط بلکہ مضبوط تر رشتے میں بندھ گئے۔ میرے ساتھ ساتھ میری ماں کا بھی یہی تاثر تھا کہ روزی نے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا ہے بلکہ اس نے ظلمات سے کنارہ کشی کرکے اپنے دامن میں نور سمیٹ لیا ہے۔

روزی اور اس کی ساتھی مسلمان لڑکیوں کی پیشانیوں پر جو نور نظر آرہا تھا وہ دراصل ایمان کا نور تھا میرے دل میں یہ خواہش کروٹ لینے لگی کہ اے کاش! ایسا ہی نور میرے چہرے پر بھی پیدا ہوجائے۔ میں نے اپنی اس آرزو کا اظہار ایک دن روزی سے کردیا۔ روزی سمجھ گئی کہ اسلام کی حقانیت میرے دل میں گھر کرچکی ہے اور اب میں اعلانیہ اسلام قبول کرنے کی متمنی ہوں لیکن اس نے کہا کہ اپنے چہرے کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے اپنی والدہ سے اجازت لینا ہوگی اگر ایسا نہ کیا گیا تو لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تم کسی دباؤ میں آکر اسلام قبول کررہی ہو۔ ماں سے اپنی دلی کیفیت کے تذکرے کی ہمت نہ تھی ایک روز مجھے ماں بے حد خوش نظر آئیں میں نے موقع غنیمت جان کر کہہ ڈالا ''ماں! روزی کے چہرے پر جو نور نظر آتا ہے میں یہی نور اپنے چہرے پر بھی پھیلانے کی خواہاں ہوں۔ ماں کے جواب سے میں اتنی خوش ہوئی کہ شدت جذبات سے میری آنکھوں میں آنسو چھلک اٹھے۔ ماں کہہ رہی تھی: میں اسلام کی خوبیوں کی قائل ہوچکی ہوں اور صحیح قلب سے اسلام قبول کرچکی ہوں بس اب دیر ہے تو صرف اس بات کی کہ ایمان لانے کا اعلان کردوں۔ ہم دونوں ماں بیٹی نے طے کیا کہ بیک وقت امت مسلمہ کا حصہ بنیں گے۔ اور بالآخر ہمیں دنیا اور آخرت کی یہ سب سے بڑی سعادت حاصل ہوگئی۔

ایک روز مسلمانوں کے زیر اہتمام ایک عظیم تبلیغی اجتماع کا اہتمام کیا گیا جس میں خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجھے اور میری والدہ سے کہا گیا کہ اسلام کی طرف راغب ہونے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ جب ہم ماں بیٹی نے نہایت والہانہ اور جذباتی انداز میں اپنی روداد بیان کی اور اپنے جذبات کا اظہار کیا تو اجتماع میں موجود تمام خواتین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ الحمد للہ روزی، میں اور میری والدہ زبان عام میں اب راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ ہم نے پرجوش ایمانی نعروں کے جلو میں کلمہ طیبہ پڑھا ہے میرا نام مریم رکھا گیا اور ماں کا نام عائشہ۔ ہماری دعا ہے کہ جو توفیق ہمیں ملی وہ اس دنیا کے تمام راہ گم کردہ مردوں اور عورتوں کو میسر آجائے۔ آمین

○○○

یعنی ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ غیر مسلم کو سلام کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ راقم سطور کے نزدیک ممانعت بعض مخصوص حالات کے لئے ہے ورنہ عام حالات میں سلام ایک دعا ہے اور دعا سب کو دی جاسکتی ہے، تالیف قلب کے لئے اور خود سے اور اسلام سے غیر مسلم کو مانوس کرنے کے لئے سلام میں کوئی حرج نہیں۔ یہی راجح قول ہے۔ اس میں اصل یہ ہے کہ جو لوگ مسلمانوں سے برسر جنگ نہیں ہیں یا اسلامی مملکت کے شہری ہیں اور مخلوط معاشرہ میں رہتے ہیں ان کو سلام بھی درست ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک بھی کیا جانا چاہئے۔ مسجدوں میں غیر مسلم کا داخلہ درست ہے۔ احناف کے نزدیک حدود حرم میں غیر مسلم صرف ایام حج میں نہیں جاسکتا ہے۔ غیر ایام حج میں حدود حرم میں ان کا داخلہ ہوسکتا ہے، احناف کے نزدیک مشرک کی نجاست اس کے عقیدہ میں ہے نہ کہ ظاہر میں ہے۔ اگر اس وقت خادم الحرمین الشریفین کوئی حنفی ہوتا اور جزیرۃ العرب کی حکومت احناف کے ہاتھ میں ہوتی تو غیر مسلموں کو حج کے علاوہ دنوں میں حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت ہوتی۔

○○○

اس سلسلے میں سب سے اہم کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ ادارے عوام میں اپنا اعتماد پیدا کریں تاکہ لوگ ان اداروں کی مہیا کردہ اطلاعات پر بھروسہ کرسکیں۔ یہ ادارے کردار سازی کا تو کام کریں، لیکن کرداس کشی کے لئے استعمال نہ ہوں۔ ان اداروں پر اعتماد بحال ہونے سے افواہ سازوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ ہماری ملکی اور ملی صحافت پر بھی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات کا طرز عمل تو بہت ہی غیر محتاط ہوتا ہے۔ وہ غیر مصدقہ اور بے بنیاد خبریں شائع کرکے معاشرے اور مملکت دونوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اخبارات کو چاہئے کہ وہ ایسی خبریں جن کا براہ راست اثر ملک وملت پر پڑتا ہو، یا جن سے ہمارے ملی ادارے متاثر ہوتے ہوں، یا افراد کے کردار پر ان کا اثر پڑتا ہو، بلاتحقیق شائع نہ کریں۔ صرف ان چیزوں کو شائع کرنا چاہئے جن کی اشاعت واقعی ضروری ہو اور ان کی اشاعت سے منفی اثرات معاشرے میں نہ پیدا ہوتے ہوں۔

اگر ہمارے ذرائع ابلاغ ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک ضابطۂ اخلاق طے کرلیں، تو یقیناً مثبت اور صحت مند صحافت بھی افواہ سازی کے خلاف اپنا کردار ادا کرسکے گی۔

○○○

خصوصیت کے ساتھ احرام کی پابندیاں، مکروہات اور مفسدات حج، دم واجب ہونے کی صورتیں جاننا انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ اُمور پہلے سے سمجھ لئے جائیں تو دورانِ حج آسانی رہتی ہے۔ بصورت دیگر دورانِ حج تفصیلی نہ سہی، سرسری طور پر معلمین سے رہنمائی ضرور حاصل کی جاسکتی ہے۔

دیگر فقہی احکام کی معلومات

عام طور پر اور حج کے دنوں میں خصوصی طور پر حرم میں تقریباً ہر نماز کے بعد نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ نمازِ جنازہ کا طریقہ سیکھ لیں اور اپنے دیگر ہم سفر ساتھیوں کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ حرمین میں فجر کی اذان سے قبل تہجد کی اذان دی جاتی ہے، جس کے بعد لوگ جوق در جوق مسجد کا رُخ کرتے ہیں۔ اس وقت کی عبادات کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ عموماً خواتین کو باجماعت نماز کے طریقے کی آگاہی نہیں ہوتی۔ انہیں اس بارے میں پہلے سے معلومات دینی چاہئیں تاکہ کامل یکسوئی سے وہ عبادت کریں۔ کبھی امام حرم جہری نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کرکے اللہ اکبر کہہ کر سیدھے سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے بھی آگاہی اور علم ضروری ہے۔

○○○

آخری صفحہ

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نورالاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

تمہیں سربلند رہو گے اگر کامل ایمان والے ہو جاؤ

میں مطمئن ہوں اگر چہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے

قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان والوں کو راہ حق کی کٹھنائیوں دقتوں، پریشانیوں اور دشوار مراحل پر استقامت اختیار کرنے کی تلقین وتاکید کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو استقامت کی راہ اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی۔ **انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ و استغفروہ** (حم السجدہ :٦) تمہارا معبود تو بس ایک خدا ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اسی سے معافی کے طلب گار بنو۔ **فاستقم کما امرت و من تاب ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر۔** (ہود:١١٢) تو اے نبی! تم اور تمہارے ساتھی جنہوں نے توبہ کرلی ہے راہ استقامت پر ثابت قدم رہیں جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور حد سے نہ بڑھو کہ وہ اللہ تمہارے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مکہ میں فضا تنگ کردی گئی اور عرب کا تپتا ہوا ریگستان دین حق کی مخالفت میں غیظ وغضب کا بھڑکتا ہوا تنور بن گیا اور مکہ کے سارے لوگ آپ کی دشمنی اور ایمان والوں سے عداوت پر متحد ہوگے اور عرب کی وسیع زمین مسلمانوں پر تنگ کردی گئی تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کو اعلان حق اور حق پر جمے رہنے اور استقامت اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ **"فلذلك فادع و استقم كما امرت و لا تتبع اهواء هم"** اس لئے اب تم اسی دین کی طرف سب کو بلاؤ اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے ایمان والوں کی بھرپور تعریف کی ہے جو ایمان واستقامت کے پیکر ہیں اور جنہوں نے اللہ کو اپنا رب مان کر ہر طرح کے خوف اور خطرے کو دل سے نکال دیا ہے ان لوگوں کے لئے یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ کامیابی تمہارے لیے ہی ہے اور یقیناً وہ دن آئے گا جب تمہیں نہ کوئی غم ہوگا اور نہ کسی قسم کا ڈر۔ **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ۔** استقامت یہ قرآنی تعبیر ہے استقامت کے لفظی معنی تو سیدھے چلنے یا سیدھے رہنے کے ہیں لیکن استقامت کا جو تصور اور خاکہ قرآن نے پیش کیا ہے اس اعتبار سے استقامت کا مفہوم اور مطلب یہ کہ جس بات اور جس عقیدہ کو حق سمجھا جائے اس پر قائم اور دائم رہا جائے۔ مصائب وآلام اور مشکلات ومسائل آجائیں۔ مخالفتیں ہوں یا ستایا جائے تو اسے برداشت کیا جائے اور حق سے منھ نہ موڑا جائے بلکہ اس راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ جما رہے اور آگے بڑھتا جائے۔ دین میں استقامت کا کیا درجہ ہے اور یہ وصف اسلام میں کتنا مطلوب ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے اسلام کے سلسلہ میں ایسی بات بتادیجئے کہ میں اس کو آپ کے بعد پھر کسی سے نہ پوچھوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ جن آیات میں ایمان والوں کو راہ حق کی خاطر استقامت اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے ان آیات میں الفاظ اور جو تعبیر اختیار کی گئی ہے وہ الفاظ بڑے جامع ہیں جو دنیا سے آخرت تک ہر مرحلے میں اہل ایمان کے لئے تسکین کا ایک نیا مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں کہ باطل طاقتیں خواہ کتنی ہی بالا دست اور چیرہ دست ہوں ان سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے اور حق پرستی کی وجہ سے جو تکلیفیں اور محرومیاں تمہیں سہنی پڑیں ان پر کوئی رنج اور تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ کیوں کہ آگے تمہارے لئے وہ کچھ ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت

ہیچ ہے۔صحابہ کرام نے جب استقامت کی راہ اختیار کی اور اس پر عمل کیا تو وہ پوری دنیا پر حکمراں بن گئے اور وہ نقوش ثبت کئے اور ایمانی واخلاقی بہادری کے وہ کارنامے انجام دیئے کہ دنیا کی تاریخ حیران وششدر ہے اور تاریخ کی زبان سے مستقل آفرین کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔ایمان واستقامت کی اس تاریخ کو مسلمانوں کو موجودہ حالات میں پھر دہرانے کی ضرورت ہے۔مسلمانوں کا یہ ایمان اور یقین ہونا چاہیے کہ راہ حق میں مشکلات ومصائب کا آنا یہ قانون الٰہی ہے۔ راہ حق میں ان حالات وواقعات کا پیش آنا اور ان میں مردان خدا کی استقامت کی آزمائش اللہ تعالی کا وہ اصول ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک اس میں کوئی شخص یا کوئی قوم پوری نہیں اترتی۔ (مستفاد تفہیم القرآن/ ماہ نامہ ندائے اعتدال شمارہ جون ۲۰۱۹) ایمان والوں کو اور راہ حق کے مسافروں کو ہر دور میں آلام ومصائب مشکلات ومسائل اور ابتلاء وآزمائش سے دو چار ہونا پڑا ہے۔تاریخ گواہ ہے۔قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں راہ حق کے مسافروں کو ،ایمان وعزیمت کے متوالوں کو اور ایک خدا کے پرستاروں کو مشکلات ومصائب اور آلام وآزمائش کا سامنا کرنا پڑا ہے۔حق کی راہ میں مشکلات کا آنا اور اس میں مردان خدا کی استقامت کی آزمائش اللہ تعالی کا وہ اصول ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک دنیا قائم ہے اور جب تک اس میں کوئی شخص یا کوئی قوم پورے طور پر کھری نہیں اترتی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور ایمان والوں کو یوں مخاطب فرمایا ہے:**ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم الخ** (سورہ بقرہ:۲۱۴) کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا کہ یوں ہی جنت میں چلے جاو گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان والوں پر گزرا ہے۔ان پر سختیاں آئیں، تکلیف پہنچی اور وہ ہلا مارے گئے یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اس وقت ان سے کہا گیا کہ سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔صحابہ کرام نے دین اور شریعت کی خاطر جس قدر سختیوں کو جھیلا اور برداشت کیا اور جس قدر آلام ومصائب کے ان پر پہاڑ ٹوٹے اس کا اندازہ ان آیات کریمہ سے لگایا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غزوۂ احزاب کی جو منظر کشی کی ہے اور ایمان والوں کی بے چینی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ عجیب ہے اور سخت ہولناک بھی۔ ارشاد خداوندی ہے: **اذجاوکم من فوقکم و من اسفل منکم الخجب کفار** کی متحدہ فوجیں تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے چڑھ آئیں اور جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منھ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت ایمان والے خوب آزمائے گئے۔ ایمان والوں کو راہ حق میں آنے والے مشکلات پر صبر کرنے اور استقامت کو اختیار کرنے کی ترغیب و ہدایت کے لئے پچھلی امتوں کی استقامت کی مثالیں اور نمونے بھی کثرت سے قرآن مجید میں پیش کئے گئے ہیں۔ طالوت کا اور اصحاب اخدود کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے۔طالوت کے مختصر سے لشکر نے قلت تعداد کے باوجود اور بھوک و پیاس کے باوجود غنیم کے بہت سے لشکر کا مقابلہ کیا اور آخر کامیاب ہوا۔اس وقت ان کی زبان پر یہ دعا جاری تھی **ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین** (بقرہ:۲۵۰) اے ہمارے رب! ہم پر صبر کی طاقت اور ہمت دے اور ہمارے قدم جمادے اور اس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔اصحاب اخدود کا جو واقعہ پیش آیا اس کی مختصر تفصیل اور تاریخ یہ ہے کے یمن میں حضرت عیسی علیہ السلام کی امت کے کچھ مخلص اور پکے مسلمانوں کو یہودیوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں ان کو ہر طرح سے ستایا اور آخر کار ان کو گڈھا کھود کر آگ میں جھونک دیا مگر دین حق کے وہ دیوانے اور ایمان ویقین کے متوالے راہ حق سے برگشتہ نہ ہوئے۔حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے کہ ایک دفعہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مصیبتوں کا تذکرہ کیا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا حال بیان کیا اور درخواست کی کہ ہمارے لئے دعا کر دیجئے۔ چوں کہ یہ ایک طرح کی بے چینی بے کلی اور بے تابی کا اظہار تھا۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خباب! تم سے پہلے کے لوگوں میں ایسا مرد بھی ہوا ہے جس کو زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آرہ

سے اس کو چیر کر دو کر دیا جاتا تھا مگر یہ اس کو دین حق سے روگرداں نہیں کرتا تھا۔ اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت ہڈی سے نوچ کر تار تار کر دیا جاتا تھا، مگر یہ بھی اس کو اس کے دین سے ہٹا نہ پاتا تھا۔ (بخاری کتاب المناقب) علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی جلد اول میں مکہ میں مسلمانوں پر ہوئے ظلم اور ان پر مسلمانوں کی استقامت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: بہر حال قریش نے جور وظلم کے عبرت ناک کارنامے شروع کئے۔ جب ٹھیک دو پہر ہو جاتی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑتے، عرب کی تیز دھوپ ریتیلی زمین کو دوپہر کے وقت جلتا تو بنا دیتی ہے، ان غریبوں کو اسی توے پر لٹاتے، چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں، بدن پر گرم بالو بچھاتے، لوہے کو آگ پر گرم کر کے اس سے داغتے، پانی میں ڈبکیاں دیتے۔ یہ مصیبتیں اگر چہ تمام بیکس مسلماں پر عام تھیں لیکن ان میں جن لوگوں پر قریش زیادہ مہربان تھے ان کے نام یہ ہیں۔ آگے علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ حضرت لبینہ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پر ہوئے داستان ظلم وستم اور جبر و تشدد کو وضاحت کہ ساتھ بیان کیا ہے تفصیل کے لیے آپ سیرت النبی جلد اول کا مطالعہ کریں اور اسلام کے ان جیالوں کی داستان زندگی کا مطالعہ کر کے اپنے اندر ایمان و یقین ہمت و حوصلہ اور عزم و استقلال پیدا کریں۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے ان انتہائی دشوار اور مشکل ترین حالات میں بھی جب کہ ہر وقت جان کا خطرہ تھا تو دوسری طرف لالچ اور طمع کے بے شمار مواقع تھے آپ نے کفار کی درخواست اور خواہش کے باوجود ان کی کسی دھمکی اور حملے کی پرواہ کئے بغیر نہ دب کر صلح کی اور نہ ان کے سامنے امن وسلامتی کی درخواستیں دیں۔ شعب ابی طالب کا تین سالہ دور کس پریشانی بے چینی اور بے کلی کے ساتھ مسلمانوں نے گزارا وہ آج بھی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے اور ایمان والوں کے لئے راہ استقامت اختیار کرنے کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ تاریخ گواہ ہے بھوکے بچوں کو بلکتے دیکھا، کمزور مسلمانوں کو مکہ کی گلی میں گھسیٹتے پایا، مدینہ میں کفار کا نرغہ، معاشی مقاطعہ اور بار بار کے جان لیوا حملے برداشت کئے لیکن دشمن سے دب کر رہنے اور اپنی جان بچانے کے لیے درخواست دینے کا طریقہ اور رویہ کبھی اختیار نہیں کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تر مادی مشکلات، معاشی پریشانیوں افرادی قوت کی کمی، دشمنوں کی بھاری تعداد کثیر وسائل اور پر ہجوم مخالفت اور ہجومی تشدد اور حملہ کے باوجود حالات کا جم کر مقابلہ کیا اور ہمیشہ عزیمت کا راستہ اختیار کیا۔ آپ کبھی بھی کفار کی کثرت تعداد اور کثرت ساز و سامان سے مرعوب نہیں ہوئے اور نہ ان کے رعب میں آکر اپنی پالیسی بدلی اور طرز عمل کو حالات کے خوف سے بدلا۔ جتنی نرمی آپ کے اندر تھی اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کی خاطر استقامت اور سخت موقف بھی اختیار فرماتے تھے۔ یہی حکم اللہ کی طرف سے آپ کو تھا اور یہ سچ ہے کہ کافروں سے دب کر صلح کی درخواستیں کرنا اور اپنی پالیسیاں بدلنا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فلا تهنوا و تدعوا الى السلم و انتم الاعلون** (محمد:۳۵) پس تم سست نہ ہو اور صلح کی درخواستیں نہ پیش کرو تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ (مستفاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت انقلاب بحوالہ ماہنامہ ندائے اعتدال علی گڑھ شمارہ جون:۲۰۱۹) ہندوستان کے موجودہ حالات میں جہاں مسلمانوں پر حالات تنگ سے تنگ کئے جارہے ہیں ان کے لئے مشکلات کھڑی کی جارہی ہیں مسلمان بھگوا دہشت گردوں کے ہجومی تشدد کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ان کو چاہئے کہ ہمت اور صبر سے کام لیں، مایوسی اور خوف وہراس دل سے نکال دیں۔ مناسب وقت میں اپنا دفاع خود کریں دین وایمان اور عقیدہ وعمل کی حفاظت کے لئے استقامت کا مظاہرہ کریں۔ بحیثیت خیر امت اپنی دعوتی اور اصلاحی ذمہ داری نبھائیں۔ حالات کا ڈٹ کر اور بہادری سے مقابلہ کریں۔ قائدین امت سے بھی درخواست ہے کہ وہ امت کو کسی حال میں اپنی تقریروں تحریروں اور بیانات سے مایوس نہ کریں۔ کم ہمتی اور مایوسی سے امت کو نکالیں، ان کے اندر حوصلہ اور ہمت یقین اور جرأت صداقت اور شجاعت کا حوصلہ پیدا کریں۔ اور امت کو اس حقیقت سے آگاہ کریں کہ۔ میں مطمئن ہوں اگر چہ خراب ہے ماحول خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے۔ ○○